REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO. R.N. 61/57.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم　　وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

POSTAL REGISTRATION NO. P/GDP-23.

ولقد نصرکم اللہ ببدرٍ وّ انتم اذلّۃ

جلد ۴۰　　شمارہ ۴

ایڈیٹر:- عبد الحق فضل

نائب:- قریشی محمد فضل اللہ

ہفت روزہ بدر قادیان

شرح چندہ
سالانہ ۷۵ روپے
ششماہی ۵۰-۳۷ روپے
ممالک غیر بذریعہ بحری ڈاک ۲۵۰ روپے
فی پرچہ ایک روپیہ پچاس پیسے

THE WEEKLY "BADR" QADIAN-143516

ہفت روزہ بدر قادیان ۱۴۳۵۱۶

۲۴ جنوری ۱۹۹۱ء　　۲۴ صلح ۱۳۷۰ ہش　　۷ رجب ۱۴۱۱ ہجری

بفضل اللہ تعالیٰ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر و عافیت ہیں۔ الحمد للہ۔

احباب کرام حضور انور کی صحت و سلامتی، درازیٔ عمر، خصوصی حفاظت اور مقاصد عالیہ میں معجزانہ فائز المرامی کے لئے تواتر کے ساتھ دعائیں جاری رکھیں ٭

جماعت احمدیہ ناروے کے آٹھویں جلسہ سالانہ کے موقعہ پر

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کا

نہایت روح پرور پیغام

محترم زرتشت صاحب امیر جماعت احمدیہ ناروے نے حضور انور کا یہ پیغام بغرض اشاعت بھجواتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ بذریعہ فیکس یہ پیغام حضور انور نے جماعت کو ارسال فرمایا ہے　(مدیر)

پیارے احباب و خواتین جماعت احمدیہ ناروے

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

امیر صاحب ناروے نے اپنی طرف سے اور آپ سب کی طرف سے مجھ سے اس شدید خواہش کا اظہار کیا تھا کہ آپ کے سالانہ جلسہ میں جس کا انعقاد امسال دسمبر میں ہو رہا ہے خود شرکت کی سعادت حاصل کروں۔ یقیناً یہ شرکت میرے لئے بھی اسی طرح خوشیوں کا موجب بنتی جس طرح آپ کے لئے۔ لیکن افسوس ہے کہ بعض مجبوریوں کے پیش نظر آپ کے جلسہ میں شرکت سے محروم رہوں گا۔ لیکن یہ محرومی محض جسمانی ہے۔ قلبی، ذہنی اور روحانی نہیں۔ ان دنوں میں توجہات اور دعاؤں کے ذریعہ میں انشاء اللہ آپ کے ساتھ رہوں گا۔

مجھ سے اس مبارک موقع پر پیغام بھجوانے کی بھی خواہش کی گئی ہے۔ میرا پیغام وہی ہے جو میں ہمیشہ آپ کو دیتا چلا آیا ہوں۔ اور آئندہ بھی دیتا رہوں گا کہ جس قوم میں آپ نے ہمیشہ کیلئے بس رہنے کا فیصلہ کیا ہے جہاں یہ قوم بہت سی خوبیوں کی مالک ہے وہاں بہت سی دردناک محرومیوں کا بھی شکار ہے۔

یہ کتنا بھیانک تضاد ہے کہ دنیا کے حسین ترین ملک کے باشندے بھاری تعداد میں ایسے ہیں کہ جو خالق کی صنعت سے تو پیار کرتے ہیں مگر خالق کے تصور سے بھی ناآشنا ہیں اور ان میں سے جو خوش نصیب مذہبی رجحان رکھتے ہیں وہ بھی خدا تعالیٰ کی خالص وحدانیت کے حسن سے ناآشنا ہو چکے ہیں اور حضرت خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری اور دائمی شریعت کے فیض سے کلیتہً محروم اور نابلد ہیں۔ یہی نہیں بلکہ اسلام کے خلاف ان کی سوچی سمجھی سکیم کے مطابق ایسے خوفناک منفی پراپیگنڈے کا نشانہ بنی ہوئی ہے کہ مذہبی کیا اور غیر مذہبی کیا سبھی اسلام کے نام سے نفرت کرنے لگے ہیں۔ ان حالات میں اس اجنبی بلکہ مذہبی نقطۂ نگاہ سے معاندانہ ماحول میں زندگی بسر کرنا اور اپنی اقدار کی حفاظت کرنا اور نہ صرف خود زندہ رہنا بلکہ اپنی نسلوں کو زندہ رکھنا اور روحانی مردوں کو زندہ کرنا ایک بہت ہی بڑا کام ہے جو ایسا ہی مشکل معلوم ہوتا ہے جیسا ہمالہ کی چوٹی کا سر کرنا۔ مگر یاد رکھیں کہ اونچے سے اونچے پہاڑوں کی چوٹیاں بھی سر کی جاسکتی ہیں لیکن ایک جست اور ایک عظیم چھلانگ کے ذریعہ نہیں بلکہ لاتعداد چھوٹے چھوٹے قدموں کے ذریعہ۔ صرف ضرورت یہ ہے کہ یہ قدم اٹھانے والا صاحب عزم ہو، صاحب ہمت ہو۔ ہر قسم کی مشقت برداشت کرنے پر تیار ہو۔ اور سخت سے سخت حالات کے سامنے بھی جھکنا نہ جانتا ہو۔

اگر ناروے میں بسنے والے تمام احمدی اس حقیقت کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کرلیں اور دعا اور توکل کے ساتھ اور صبر اور نیک نصیحت کے ذریعہ نارویجین قوم کے دل جیتنے کیلئے مسلسل انتھک محنت کے ساتھ کوشاں رہیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ان کی طرف آپ کے یہ چھوٹے چھوٹے بڑھنے والے قدم بالآخر مشکلوں کے بڑے سے بڑے پہاڑ کو بھی سر کرلیں گے۔ اور آپ کو یقیناً خدا کی طرف سے یہ توفیق ملے گی کہ اس ملک میں بسنے والے روحانی مردوں میں ایک زندگی بخش انقلاب برپا کردیں۔ مشکل صرف یہ ہے کہ لوگ بات سنتے ہیں اور بھول جاتے ہیں۔ اور بہت تھوڑے ہیں جو نصیحت پر مستقل مزاجی کے ساتھ عمل کرنے والے ہوں۔ پھر بہت سے ہیں جو خواہش تو رکھتے ہیں لیکن اپنی اس نیک خواہش کی تکمیل کے لئے جو ذرائع اختیار کرنے چاہئیں ان سے غافل رہتے ہیں۔

ہر کام کو سرانجام دینے کے کچھ طریق ہوتے ہیں۔ جب تک ان سے پوری طرح شناسائی نہ کی جائے محض اندھادھند سر ٹکرانے سے تو کام نہیں بنا کرتے۔ اگر کسی قوم کو سنجیدگی کے ساتھ تبلیغ کرنی ہو تو اس کی زبان بھی سیکھنی ہوگی۔ اس کے خیالات کا اچھی طرح تجزیہ کرکے ایسی طرز اختیار کرنی ہوگی جو ان کے دل پر اثر انداز ہوسکے۔ ان کے تمدنی معاشرتی اور تمدنی مسائل سے واقفیت حاصل کرنا ہوگی۔ ان کی ذات میں دلچسپی لینی ہوگی۔ اور جہاں تک ممکن ہوسکے ان کے لئے مفید وجود بننا پڑے گا۔ تاکہ وہ رفتہ رفتہ آپ کی ذات میں دلچسپی لینے لگیں۔ آپ کا پیغام ان کے تعصبات پر غالب آجائیں۔

اسی طرح غیر قوموں کے خلاف اجنبیت کی وجہ سے ان کے دلوں میں جو تعصبات ہیں ان کو دور کرنے کے لئے بھی اقدامات کرنے ہوں گے۔ ان کے مزاج اور طرز بود و باش کو اچھی طرح سمجھ کر ان کی اچھی باتیں اپنانی ہوں گی۔ اور بری باتیں دور کر کے اپنی اچھی باتیں ان کو عطا کرنی ہوں گی۔

پھر اگر تبلیغ کا ایک رستہ بند ہے تو دوسرے رستوں کی تلاش کرنی ہوگی۔ ایک شخص اگر دلچسپی نہیں لیتا تو دوسرے شخص کو حسن و احسان کے ساتھ مائل کرنا ہوگا۔ غرضیکہ یہ ایسا جہاد ہے جس کے اطوار سیکھے بغیر کامیابی ممکن نہیں۔ غالب نے کیا خوب کہا ہے ؎

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

افسوس کہ مسلمانوں میں جہاں جہاں بھی جہاد کا تصور ہے خواہ صحیح ہو یا بگڑا ہوا ان میں سے اکثر پر اس شعر کا مضمون صادق آتا ہے۔ بڑے بڑے علماء اور مذہبی راہنما محض جوش پیدا کر کے دشمنان اسلام کے خلاف جہاد کرنا چاہتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ مؤثر اور بہتر ذرائع اختیار کئے بغیر نہایت مہلک اور ہولناک ہتھیاروں سے لیس دشمن کی بحری۔ بری اور فضائی فوجوں کو محض دشنام طرازی سے شکست دی جاسکتی ہے۔

(باقی دیکھئے صفحہ پر)

منیر احمد حافظ آبادی ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر۔ نگران بورڈ بدر قادیان

لا اله الا الله محمد رسول الله
ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۲۴ر صلح ۱۳۷۰ ہش

ہندو مسلم اتحاد

تاریخِ انسانی شاہد ناطق ہے کہ مذہب اور دھرم کے نام پر نفرت اور جبر و تشدد کا راستہ اختیار کرنے والی اقوام بالآخر مظلوم الٰہی جماعتوں سے عبرتناک شکست کھاجایا کرتی ہیں۔ حضرت رام خدا تعالیٰ کے پیارے نبی اور اوتار تھے۔ ان کے مقابل پر راون تھا جن کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ ان کو چار وید زبانی یاد تھے۔ اس نے سیتاجی کو چُرا کر سراسر ظلم اور تشدد سے کام لیا۔ آج تمام دُنیا میں حضرت رام کی عزت و احترام قائم ہے اور راون کی ہر جگہ مذمت کی جاتی ہے۔ اسی طرح حضرت کرشن کی پیدائش سے بھی پہلے آپ کے والدین کے خلاف [illegible] راجہ کنس نے [illegible] تشدد روا رکھا۔ اور ولادت کے بعد بھی زندگی بھر حضرت کرشن کی مخالفت اس نے اور اس کی قوم نے دھرم کے نام پر جاری رکھی۔ لیکن آج ہر شخص اس حقیقت سے واقف و آگاہ ہے کہ کون ناکام رہا اور کون کامیاب ہے!

ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے مقابل پر فرعون اور اس کی قوم اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے مقابل پر یہود نامسعود کا حشر ہُوا۔ اور پھر حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر ابوجہل اور قریشِ مکّہ نے مذہب کے نام پر جو ظلم و تشدد اور نفرت کا حربہ استعمال کیا اس کے انجام کو بھی سب اہلِ نظر خوب پہچانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کہ دین اور دھرم میں کسی قسم کا جبر و تشدد جائز نہیں ہے ؎

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا
ہندی ہیں ہم وطن ہے ہندوستاں ہمارا (علّامہ اقبالؔ)

بابری مسجد آج بابری مسجد اور رام جنم بھُومی کا مسئلہ مذہب کے نام پر منافرت، جبر و تشدد اور قتل و غارت کی آماجگاہ بن چکا ہے۔ اور اس مسئلہ کے الجھانے میں ہمارے سیاسی لیڈروں کی غلطیاں بھی شامل ہیں۔ لہٰذا پریس جو حکومت کا چوتھا پایا کہلاتا ہے اس کا فرض ہے کہ اس اندھیری رات میں روشنی کی کرن دکھا کر قوم اور ملک کو تباہی سے بچانے کی کوشش کرے۔ اور بتائے کہ ؎

ترے غرور کو اے آفتاب کیا معلوم
کہ میری خاک کے ذرّوں میں روشنی کیا ہے

مذہبی نقطۂ نگاہ بلاشبہ ہمارے سیاسی لیڈر بھی مذکورہ مسئلہ کے سلسلہ میں بہت فکرمند ہیں۔ لیکن وہ عملاً ایک ایسے مجبور بھنور میں پھنس گئے ہیں کہ جس کے نتیجہ میں نفرت، تشدد، قتل و غارت اور تباہی کے سوا کچھ بھی ہاتھ آنے والا نہیں۔

قرآن و سُنّت نے تو ہمیں واشگاف الفاظ میں بتادیا ہے کہ نہ صرف مسجد بلکہ کسی بھی مذہب کی عبادت گاہ کو گرانا نہایت خطرناک نتائج پیدا کرسکتا ہے۔ حال ہی میں ہمارے سکھ بھائیوں کی عبادتگاہ دربار صاحب کی بے حرمتی سے جو خطرناک نتائج ظاہر ہوتے ہیں وہ ہم سب کے سامنے ہیں۔ لہٰذا پانچ سو سال قبل سے تعمیر شدہ بابری مسجد کو گرا کر وہاں مورتی پوجا کے لئے مندر تعمیر کرنا اور [illegible] خطرناک فعل ثابت ہوگا جس کے نتیجہ میں ہندوستان کی دو عظیم قوموں کے درمیان دائمی نفرت اور دشمنی پیدا ہو جائے گی۔ ہندو بھائیوں سے ہماری دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ اس مطالبہ کو ترک کردیں کیونکہ انسانی قلوب کی آبادکاری کا احترام اور دردِ محبت بلند سے بلند تر ہوتا ہے ؎

وہی محسوس کرتے ہیں خلش دردِ محبت کی
جو اپنے آپ سے بڑھ کر کسی سے پیار کرتے ہیں

[illegible] نقطۂ نگاہ [illegible] اعتبار سے بھی اس مسئلہ کا نہایت آسان حل موجود ہے۔ جب معاہدہ اور اقرار موجود ہے کہ یومِ آزادی ۱۹۴۷ء کے موقعہ پر جو حیثیت کسی عبادتگاہ کی بھی وہ قائم رہے گی تو پانچ سو سال پہلے کی تعمیر شدہ بابری مسجد کی حالت کو بدلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس نہایت معقول، مدلل اور واضح نکتہ سے ہٹ کر ہمارے سیاسی لیڈر جس قدر بھی موشگافیاں پیدا کرتے چلے جائیں گے اسی قدر اپنے وقار کو بھی نقصان پہنچاتے چلے جائیں گے اور ہندو مسلمانوں کو بھی نفرت اور قتل و غارت کے رستے پر آگے بڑھاتے چلے جائیں گے سوچنا چاہئیے کہ بابری مسجد کے بعد متھرا بنارس وغیرہ نہیں اس کے بعد [illegible] سے اور بھی بہت سے دروازے کھل جائیں گے ؎

[illegible] رہا ہے وقت مرے قریب آکر دیکھو
[illegible] زباں سے انساں کا لہو

سب کہیں مرزا غلام احمد کی جے!

اے تُو ربّ العالمیں ہے ذوالجلال — لاجرم ہر کام تیرا ہے کمال
تُونے ہر اک قوم میں بھیجے رسُول — رُوح کی ہر درد کا رکھا خیال
مملکتِ ہند میں بھیجا تجھے! — اے کرشنا تو جو ہے رودّر گوپال
گُم ہُوا تھا تو خُدا کی ذات میں — بانسری کی تان تیری باکمال
تُو نہاں یارِ نہاں میں ہوگیا — اس سے ہی ظاہر ہُوا تیرا جمال
بُت پرستی کو کہا "ممنوع ہے" — درس تھا توحید کا تیرا کمال
حضرتِ بُدھ اور جنابِ رام کا — بالیقیں ایسا ہی تھا محکم خیال
لاجرم لائقِ عبادت ہے وُہی — ہے خُدا کی ذات واحد بے مثال
مطمئن ہے دل اسی ایمان سے — بگڑی بن جائے جو حاصل ہو یہ مال
اے کرشنِ قادیانی فی زماں! — گوپیاں ہم تو ہُوا رودّر گوپال
اب مسیحِ موعود کو سب مان لیں — اس میں عالم کی بھلائی باکمال

سب کہیں مرزا غلام احمد کی جے
ہو بلند آواز سے یہ مستقل مقال

طالبِ دُعا: فضل الرحمٰن بسمل بھیروی

رام جنم بھُومی یہ کہہ کر بھی نفرت اور اشتعال پھیلایا جاتا ہے کہ یہاں شری رام جی پیدا ہوئے تھے اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ اس کا کوئی ڈاکومینٹری ثبوت کسی کے پاس بھی موجود نہیں ہے۔ دُوسرا جواب یہ ہے کہ اگر بفرضِ محال مان بھی لیا جائے کہ یہاں پیدا ہوئے تھے تو اس سے حضرت رام جی کی عظمت اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ ہزاروں سال گزرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس مقام کو یہ عظمت دی کہ وہاں خدائے واحد کی عبادت کے لئے مسجد تعمیر کروادی۔ جبکہ حضرت رام جی خود بھی توحید پرست تھے ؎

میں اپنے گھر میں آیا ہوں مگر انداز تو دیکھو
کہ اپنے آپ کو مانندِ مہماں لے کے آیا ہوں

توحیدِ الٰہی بلاشبہ اسلامی تعلیمات میں خدائے واحد کے سوا مورتی پوجا تو درکنار کسی بڑے سے بڑے نبی اور رسُول کی عبادت اور پوجا کی بھی سخت ممانعت ہے۔ لیکن اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو ہندو دھرم کی بنیاد بھی توحیدِ الٰہی پر قائم ہے۔ ویدوں کو اُٹھا کر دیکھ لیا جائے ان میں مورتی پوجا یا لنگ پوجا کی کوئی تعلیم نہیں دی گئی۔ گیتا میں بھی خدائے واحد کی تعلیم دی گئی ہے۔ مورتی پوجا کا کوئی تصور گیتا میں موجود نہیں۔ ہندو دھرم کے بعض نامور ودوان بھی توحید کے قائل تھے۔ مثلاً جناب شنکر آچاریہ نے اس طاقت سے مورتی پوجا کا کھنڈن کیا کہ انہیں بھارت کا دوسرا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا ہے۔ آریہ سماج نے بھی مورتی پوجا کے خلاف تعلیم دی ہے۔ حضرت بابا نانک سکھوں کے رہنما نے بھی مورتی پوجا کے [illegible] اسلامی توحید کو پیش کیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح تمام ہندو بھائی "اوم" کے نعرہ میں بھی توحیدِ الٰہی کا اقرار کرتے ہیں۔ پس حقیقت یہ ہے کہ ہندو قوم میں مرورِ زمانہ کی وجہ سے بہت سی غلطیاں ضرور پیدا ہو گئی ہیں۔ لیکن ہندو مذہب کی بنیاد بھی توحیدِ الٰہی پر قائم ہوئی تھی۔

جہاں تک نبوت کا سوال ہے جماعتِ احمدیہ تو قرآن و سُنّت کی رُو سے حضرت رام اور حضرت کرشن کو خدا تعالیٰ کے سچے نبی اور رسول یقین کرتی ہے اور ہندو بھائیوں کا احترام کرتی ہے۔ دوسرے مسلمانوں سے بھی ہماری درخواست ہے کہ قرآن و حدیث کی اس پاکیزہ تعلیم پر عمل کرکے ہندو بھائیوں سے محبت و پیار کے رابطے بڑھائیں۔ اگر ہمارے ہندو بھائی بھی حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ کا سچا نبی تسلیم کرلیں تو ہندو مسلم اتحاد درجہ کمال تک پہنچ جائے گا۔ اور ہر خلک [illegible] نعرہ ضرور لگایا جائے گا کہ ؎

سب کہیں مرزا غلام احمد کی جے

(باقی دیکھئے صفحہ ۷ پر)

خطبہ جمعہ المبارک

حواسِ خمسہ کے ذریعہ آپ کوشش کریں لیکن ساتھ یہ دعا کرتے رہیں کہ اے اللہ تعالیٰ اے خدا!!

تو ہمارے حواسِ خمسہ پر نازل ہو، ان پر جلوہ فرما کیونکہ جب تک تو اپنی صفات کا جلوہ ہم پر نہیں فرماتا اس وقت تک ہم دیکھتے ہوئے بھی دیکھنے سے محروم رہیں گے، ہم سنتے ہوئے بھی سننے سے محروم رہیں گے، ہم چکھتے ہوئے بھی چکھنے سے محروم رہیں گے اور کسی حس کے ذریعہ بھی تجھ تک نہیں پہنچ سکیں گے

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۱۴ر فتح (دسمبر) ۱۳۶۹ ہش / ۱۹۹۰ء بمقام مسجد فضل لندن

مکرم منیر احمد صاحب جاوید مبلغ سلسلہ دفتر پی۔ایس لندن کا قلمبند کردہ یہ بصیرت افروز خطبہ جمعہ ادارہ "بدر" اپنی ذمہ داری پر ہدیۂ قارئین کر رہا ہے (ایڈیٹر)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

بچوں کو تصویر کشی کی تربیت دینے کے لئے بعض ایسی تصویروں کی کتب بھی دستیاب ہیں جن میں خاکوں کی صورت میں نقوش بنائے جاتے ہیں لیکن رنگ نہیں ہوتے اور بچے پھر اپنی مرضی اور مزاج کے مطابق، اپنی طبعی صلاحیتوں کے مطابق، اپنے ذوق کے مطابق ان میں رنگ بھرتے ہیں۔ اگر ایسی لاکھوں کتابیں بھی شائع کر دی جائیں اور لکھو کھہا بچوں کو تقسیم کر دی جائیں تو بظاہر تصویر ایک ہی ہو گی لیکن ہر بچہ جب اس میں رنگ بھرے گا تو نتیجہ مختلف نکلے گا خواہ رنگ بھی ایک ہی قسم کے مہیا کئے جائیں۔ لیکن ہر ایک اپنے ذوق، اپنے مزاج، اپنی صلاحیتوں کے مطابق رنگ بھرتا ہے اور تصویر مختلف رُوپ لے کر ظاہر ہوتی ہے۔ سورۂ فاتحہ کا جو میں پیچھے دو خطبوں میں ذکر کر چکا ہوں، اس کی اور نماز کی باقی تمام ان عبارتوں کا یہی حال ہے جو ہم نماز میں پڑھتے ہیں۔ وہ سارے کلمات جو نماز میں ادا کئے جاتے ہیں ان میں رنگ انسان کو خود بھرنے پڑتے ہیں اور

جہاں تک سورۂ فاتحہ کا تعلق ہے

وہ تو خود بھی اپنی کیفیتیں اس طرح بدلتی رہتی ہے کہ زاویہ بدلنے سے اس کا اور رنگ دکھائی دیتا ہے اور ہر زاویے پر بے شمار ایسے امکانات ابھرتے ہیں جن کی روشنی میں انسان سورۂ فاتحہ کی مدد سے مضامین تک رسائی پاتا ہے اور مضامین کو جذبات میں ڈھال کر پھر سورۂ فاتحہ میں ایسی کیفیت کے رنگ بھرتا ہے جس سے سورۂ فاتحہ کوئی اجنبی چیز بیرونی چیز نہیں رہتی بلکہ اس کے دل کی واردات بن جاتی ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی مضمون کو نماز کے متعلق یوں بیان فرمایا کہ دیکھو نمازیں جو تم پڑھتے ہو ان میں الفاظ وہی ہیں جو سب پڑھتے ہیں لیکن کیفیتیں الگ الگ ہوتی ہیں اور کوئی نماز فائدہ نہیں دے سکتی جب تک تم اس کو اپنی کیفیت سے نہ بھرو۔ کیفیت سے بہتر اور کوئی لفظ اس منظر کی تصویر کشی نہیں کر سکتا۔ اس صورتِ حال کو بیان نہیں کر سکتا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لفظ کیفیت رکھ کر تمام مضامین کو یہاں مجتمع کر دیا۔ کیفیت اس آخری احساس کا نام ہے جو مختلف چیزوں سے پیدا ہوتا ہے اور اس کا خلاصہ کیفیت ہے۔ اگر سائنسی زبان میں ہم اس کی بات کریں تو اگرچہ ہم مختلف تصویریں دیکھ رہے ہوتے ہیں یا مناظر دیکھ رہے ہوتے ہیں، خوشبوئیں سونگھ رہے ہوتے ہیں، لمس سے لذت پا رہے ہوتے ہیں اور اسی طرح حواسِ خمسہ ہمارے لئے مختلف قسم کے دلکشیوں کے سامان لاتے ہیں لیکن آخری صورت میں وہ الیکٹریکل PULSES ہیں جن میں تبدیل ہوتے ہیں اور بجلی کی وہ لہریں ہی ہیں جو ہمارے دماغ تک پہنچتی ہیں۔ وہاں نہ رنگ پہنچتا ہے نہ خوشبو پہنچتی ہے نہ لمس سے کچھ حصہ وہاں پہنچتا ہے نہ نمک کا احساس نہ میٹھے کا احساس جو کچھ پہنچتا ہے وہ بجلی کی لہروں کی صورت میں پہنچتا ہے۔ اس کا نام کیفیت ہے جو انسان محسوس کرتا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز میں لذت پیدا کرنے اور افادیت پیدا کرنے کے لئے ہمیں یہ نسخہ عطا فرمایا کہ وہ نمازیں جن میں کچھ کیفیت شامل ہو گی وہ کارآمد نمازیں ہیں۔ وہ نمازیں جو کیفیت سے خالی ہوں گی ان سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا اور وہ ایسے برتنوں کی طرح ہیں جن میں کچھ بھی بھرا نہیں ہوا۔ ایسی نمازوں میں کیفیت پیدا کرنے کی خاطر میں آپ کو سمجھا رہا ہوں کہ کون سی چیزیں کیفیت پیدا کرنے کے لئے ممد ہوتی ہیں۔ کیفیت از خود پیدا نہیں ہو جاتی۔ کیفیت کے لئے حواسِ خمسہ سے مدد لینا ضروری ہے اور حواسِ خمسہ جو پیغامات پہنچاتے ہیں وہ پیغامات دماغ کے مختلف حصوں پر اثر انداز ہو کر کیفیت پیدا کرتے ہیں۔

پس علم بڑھانا اور گہری نظر سے کائنات کا مطالعہ کرنا خدا تعالیٰ سے شناسائی حاصل کرنا اور حواسِ خمسہ جو خدا نے عطا فرمائے ہیں ان کے ذریعہ خدا کی حمد تک پہنچنا یہ وہ مضمون ہے جس کا زندگی کے ہر لمحے سے تعلق ہے اور ہمارے گرد و پیش یہ مضمون بنتا چلا جاتا ہے اگر ہم ہوشمندی کے ساتھ محسوس کریں کہ ہم کیسے رہ رہے ہیں۔ اور اپنے ماحول کے اثرات کو خدا تعالیٰ کی حمد کے ساتھ باندھنا سیکھ لیں۔ پھر جب آپ نماز میں داخل ہوں گے تو وہ نماز کیفیتوں سے بھری ہوئی ہو گی۔ اگر نماز سے باہر کچھ نہیں ہے تو نماز کے اندر بھی کچھ پیدا نہیں ہو گا۔ اس لئے بعض لوگ جو یہ حیران ہوتے ہیں کہ ہم تو نماز میں داخل ہوئے تھے لذتیں حاصل کرنے کے لئے ہمیں تو وہاں کوئی لذت نہیں ملی باہر کی دنیا میں لوٹے اور پھر لذتوں میں دوبارہ کھوئے گئے۔ وہ بالکل درست کہتے ہیں کیونکہ باہر کی لذتوں کا خدا سے تعلق نہیں تھا اور اندر نماز خالی پڑی تھی۔ اس لئے خالی ویرانے سے گھبرا کر وہ ان لذتوں کی طرف لوٹتے ہیں جن کا خدا کی ذات سے تعلق نہیں ہے یعنی تعلق ہے تو سہی مگر وہ سمجھے نہیں۔ رشتے تھے تو سہی مگر وہ باندھے نہیں گئے اس لئے وہ اس مادی دنیا سے لذت پانے کی اہلیت رکھتے ہیں لیکن روحانی دنیا سے لذت پانے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ پس اپنی سوچ کو انگیخت کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ سوچ کے بغیر دل میں جذبات پیدا نہیں ہوا کرتے۔ بعض لوگ جو یہ خیال کرتے ہیں کہ قلبی کیفیت اور چیز ہے اور دماغ اور چیز ہے حقیقت میں ایک دوسرے سے الگ ان کا وجود نہیں ہے

قرآن کریم نے سوچوں کے آخری مرکز کے طور پر فواد کا یعنی دل کا ذکر فرمایا ہے اور دلوں کو ہی اندھا قرار دیا اور دلوں ہی کو دیکھنے والا بیان کیا جس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ دماغ کی آخری حقیقت بھی دل پر منتج ہوتی ہے۔ اور آخری صورت میں چونکہ کیفیتیں بن جاتی ہیں۔ اور

کیفیتوں کا مرکز دل ہے

اس لئے قرآن کریم بھی دماغ کی بجائے دل کا ذکر کرتا ہے۔ پس اپنی سوچ کو بیدار کریں تو آپ کے دل میں عرفان کی لہریں دوڑنے لگیں گی۔ اور عرفان کی لہریں ہی ہیں جو وہ کیفیت پیدا کرتی ہیں جس سے نماز میں لذت پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے محبت اور پیار بڑھتے رہتے ہیں۔

اب حواس خمسہ کا میں نے ذکر کیا ہے۔ اس سے پہلے میں پچھلے خطبے میں DAVID ATTEN BOROUGH کی ایک دو ریڈیو پیشکش کا ذکر کر چکا ہوں۔ مجھے بعد میں کسی نے بتایا کہ جو کچھ انہوں نے ریڈیو کی صورت میں پیدا کیا ہے اسکو انہوں نے کتابی شکل میں بھی ڈھالا ہوا ہے اور ان کی تصنیف بھی ملتی ہے مگر بہر حال یہ ایسی چیزیں ہیں جو ہر کس و ناکس کی پہنچ میں نہیں اور نماز ہر شخص نے پڑھنی ہے تو بعض لوگوں کی رسائی ایسے مواد تک ہوتی ہے جن سے خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اُن کا علم بڑھتا ہے اور اگر اُن کے اندر بصیرت ہو تو وہ اس علم کے بڑھنے کے ساتھ خدا تعالیٰ کی یاد میں بھی ترقی کرنے لگتے ہیں لیکن اگر دیکھنے کی طاقت ہی کچھ نہ ہو تو وہ علم الگ پڑا رہتا ہے اور خدا کا ذکر الگ پڑا رہتا ہے اور ان دونوں کے درمیان رشتہ قائم نہیں ہوتا۔ مگر مراد یہ ہے کہ ساری دنیا تو اس قسم کے علم تک رسائی نہیں رکھتی اور وہ دنیا جو پہلے گزر چکی ہے جس میں ایسے زمانے شامل ہیں جن میں خدا کے عظیم انبیاء گزرے جو خدا کو سب سے زیادہ یاد کرنے والے تھے اور وہ زمانہ بھی شامل ہے جس میں حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے جن سے زیادہ ذکر کرنے والا نہ پہلے پیدا ہوا نہ آئندہ کبھی ہو سکتا ہے تو اس زمانہ میں تو DAVID ATTENBOROUGH کا وجود ہی کوئی نہیں تھا۔ اُس سائنس کا وجود نہیں تھا جس نے DAVID ATTEN BOROUGH پیدا کئے۔ ان ایجادات کا کوئی تصور نہیں تھا جن کے ذریعے سے انسان کی خدا تعالیٰ کی ان صنعتوں تک رسائی ہوئی جن میں اس نے حیرت انگیز تخلیق کے کرشمے دیکھے۔

پس نماز تو ہر زمانے کے لئے ہے اور ذکر الٰہی ان ظاہری علوم کا محتاج نہیں مگر ذکر الٰہی اس اندرونی توجہ کا ضرور محتاج ہے جس کے نتیجے میں ہر جگہ انسان کو خدا ملنا شروع ہو جاتا ہے اور نظر میں گہرائی پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے اور اپنے گرد و پیش جہاں دیکھتا ہے وہ خدا کے وجود کو وہاں جلوہ گر دیکھتا ہے اور جتنی بصیرت تیز ہو اور جتنی محبت بڑھے اتنا ہی خدا کا وہ جلوہ زیادہ خوبصورت، دلکش اور دلربا دکھائی دینے لگتا ہے۔ پس عام دنیا کے دستور کے لحاظ سے بھی نماز میں اور خصوصاً سورۃ فاتحہ میں ہر انسان اپنی اپنی توفیق کے مطابق رنگ بھر سکتا ہے۔ حواسِ خمسہ کی میں نے بات کی ہے اب

یہ بھی ایک بڑی دلچسپ غور طلب بات ہے

کہ سورۃ فاتحہ میں رب العالمین کے بعد رحمان کا ذکر فرمایا گیا اور رحمان پر غور کرنے سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ایسی ذات ہے (بے شمار اور بھی معانی ہیں لیکن ایک بڑا نمایاں معنی یہ ہے کہ) جس نے محض ضرورت سے بہت بڑھ کر دیا۔ "محض ضرورت" تو یہ ہے مثلاً کہ ایک انسان کی بھوک مٹ جائے اور اس کی غذا اس لحاظ سے مکمل ہو کہ اس کو زندگی کے قیام کے لئے اور زندگی کی نشوونما کے لئے جن کیمیاوی اجزاء کی ضرورت ہے وہ اسے متناسب شکل میں مہیا ہو جائے۔ یہ زندگی کی محض ضرورت ہے اور یہ ضرورت بعض دفعہ ڈرپس کی صورت میں بھی جس کے ذریعے مریضوں کو خوراک پہنچائی جاتی ہے انسان کو مہیا ہو جاتی ہے۔ ایسے کنسنٹریشن کی صورت میں بعض ایسی غذاؤں کے خلاصے کی شکل میں بھی نسخہ گر مہیا ہو جاتی ہے جس میں مزا کوئی نہیں ہوتا یا ہوتا ہے تو معمولی سا ہوتا ہے اور ضرورت پوری ہو جاتی ہے تو اگر خدا تعالیٰ نے کائنات کو بعض ضرورتوں کی خاطر پیدا کرنا تھا تو محض اس طرح بھی پیدا فرما سکتا تھا کہ ہر چیز کی ضرورت پوری ہو جائے اور خدا نے تخلیق کا گویا حق ادا کر دیا لیکن ہر جگہ آپ کو رحمانیت جلوہ گر دکھائی دیتی ہے۔

حواسِ خمسہ پر آپ غور کر کے دیکھیں

یہ تو ہر انسان کے بس میں ہے۔ اس کے لئے کسی علم کی ضرورت نہیں۔ ہر انسان سے مراد وہ ہے جسے حواس خمسہ عطا ہوں اور اگر حواس خمسہ عطا نہ ہوں تو چار حواس عطا ہوں تو ان کے ذریعے بھی انسان اسی قسم کی معرفت تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ تین ہوں تو ان تین کے ذریعے انسان اپنی توفیق کے مطابق خدا تک پہنچ سکتا ہے مگر حواس خمسہ ہوں یا ۴ حواس ہوں یا ۳ ہوں یا دو یا ایک، زندگی میں کوئی انسانی زندگی کا حصہ آپ کو دکھائی نہیں دے گا جو حواس سے عاری ہو اور اگر حواس سے عاری ہے تو وہ موت ہے پس انسان ہی نہیں اس کی ادنیٰ حالتیں بھی حواس کے ذریعے خدا تک پہنچتی ہیں اور جہاں تک انسان کا تعلق ہے اگر وہ محض اس پہلو سے غور کریں کہ میری ہر حس میں اللہ تعالیٰ نے محض ضرورت پوری نہیں فرمائی بلکہ اس سے بہت بڑھ کر رکھا ہے۔ ناک کی خوشبو کی یا بُو کے احساس کی ضرورت ہے وہ اس لئے ہے کہ بعض زہریلی اور گندی چیزوں سے انسان بچ سکے لیکن اس میں لذت کیوں رکھ دی۔ بعض چیزوں میں لذت کیوں رکھ دی گئی؟ سوال تو یہ ہے۔ اس کے بغیر بھی کام چل سکتا تھا۔ بعض جانور اس حد تک وہ قوت رکھتے ہیں جو شامہ کہلاتی ہے یعنی سونگھنے کی قوت کہ وہ اپنی ضرورت کی چیز کو پہچان لیں اور جو چیز اُن کے لئے مضر ہو سکتی ہے اس کو پہچان کر اس سے دور ہٹ سکیں۔ یہ ہے بنیادی ضرورت جسے میں محض ضرورت کہتا ہوں لیکن ہر جانور کو خدا تعالیٰ نے کچھ نہ کچھ لذت بھی عطا کر دی ہے۔ جو انسان تک پہنچتے پہنچتے درجہ کمال تک پہنچ جاتی ہے۔ نظر کی محض ضرورت یہ ہے کہ آپ رستہ دیکھ سکیں، چیزوں کو نہ صرف دیکھ سکیں بلکہ جہاں تک ممکن ہو اس کے فاصلے دیکھ سکیں۔ چیزوں کو اس حد تک پہچان سکیں کہ کون سی آپ کے لئے مفید ہیں اور کون سی مضر ہیں۔ کہاں ٹھوکر ہے کہاں صاف رستہ ہے۔ غرضیکہ "محض ضرورت" کی زندگی کی بہت سی روزمرہ کی ایسی حالتیں ہیں جن جنہیں نظر پورا کرتی ہے لیکن نظر کے ساتھ لذت رکھ دی اور اس لذت کو ایسی طاقت بخشی ہے کہ انسان حُسن کی تلاش میں زندگی بسر کر دیتا ہے۔ شعراء نظر سے تعلق رکھنے والی لذت کا اپنے کلام میں ذکر کرتے ہیں۔ ساری زندگی اس بات پر صرف کر دیتے ہیں کہ ہم نے حُسن کو اس طرح جلوہ گر دیکھا، اس طرح جلوہ گر دیکھا۔ کھانے کی لذت سے ہر انسان آشنا ہے اور اگر محض ایسا کھانا ملے جو اس کی ضروریات پوری کرتا ہو لیکن لذتیں زیادہ مہیا نہ کر سکے تو انسان بیزار ہو جاتا ہے۔ بعض گھروں میں اس وجہ سے میاں بیوی کی لڑائیاں طلاق تک پہنچ جاتی ہیں کہ بیوی کو کھانا نہیں اچھا پکانا آتا۔ ہر روز کی بک بک، جھک جھک ہوتے ہوتے بالآخر تفریقیں پیدا ہو جاتی ہیں اور خاوند کہتا رہتا ہے کہ تو تو ہے ہی بے سلیقہ۔ تیرے ہاتھ میں تو مزہ بھی کوئی نہیں حالانکہ جہاں تک جسم کی ضرورت کا تعلق ہے۔ وہ تو اُسے مہیا ہو رہی تھی۔ اسی طرح آپ اپنے دیگر حواس پر غور کریں تو کم سے کم ضرورت بہت تھوڑی ہے۔ اس سے بہت زیادہ عطا کیا گیا ہے اور

اس عطا کرنے کی صفت کا نام

جو ضرورت حقہ سے زیادہ ہو رحمانیت ہے۔

پس جب آپ الحمد للہ رب العالمین کہتے ہیں اور ربوبیت کے نظارے اپنے ذہن میں تصویر کی طرح گھماتے ہیں تو اپنے گرد و پیش انہیں دیکھتے ہوئے اپنی اولاد کی صورت میں دیکھیں، ماں باپ کی صورت

میں، اپنے دوستوں کی صورت میں، اپنے معلمین کی صورت میں ہر طرف سے آپ کو ربوبیت کے نظارے مختلف شکلوں میں دکھائی دینے لگیں گے اور جس دن بھی جو نماز ہے اس دن جو خاص ربوبیت کا اثر دل پر پڑنے والی بات ہے وہ نمایاں طور پر اپنے ذہن میں آپ حاضر کر سکتے ہیں اور صرف مرد کے بدلتے ہوئے جا بجا سے نئی نئی ربوبیت کے مختلف نقشے آپ کے ذہن میں ابھر سکتے ہیں اور جب آپ رحمانیت میں داخل ہوں تو آپ کے حواسِ خمسہ اس دن آپ کو جو بھی لذت پہنچائی ہے وہ لذت حمد میں تبدیل ہو جائے گی۔ آپ اس وقت نماز پڑھتے ہوئے یہ سوچ سکتے ہیں کہ الحمد للہ رب العالمین o الرحمٰن الرحیم o ایک عجیب ہے یہ رب کہ ساری کائنات کا نظام اس نے سنبھالا ہوا ہے۔ تمام کائنات کی ربوبیت فرماتا ہے اور کسی کے حال سے کسی کی ضرورتوں سے غافل نہیں ہے لیکن ضرورتیں ایسی پوری کرتا ہے کہ ضرورت پیدا کرتے وقت ضرورت سے زیادہ یعنی کم سے کم ضرورت سے زیادہ نعمتیں عطا کر دیتا ہے۔ پس اگرچہ رحمانیت کا مضمون یہیں ختم نہیں ہوتا بلکہ اسے آغاز کہنا بھی درست نہیں ہوگا کیونکہ رحمانیت کے ذکر میں یہ بات ایک بہت ہی معمولی حیثیت رکھتی ہے لیکن سوچ کا ایک طریق ہے جو میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ اس طرح آپ سورۃ فاتحہ پر غور کرنا شروع کریں اور پھر رحمانیت پر غور کر کے رحیمیت پر آئیں اور وہاں جا کر دیکھیں کہ اور باتوں کے علاوہ رحیمیت میں بار بار دینے کا مفہوم ہے اور اس رنگ میں بار بار دینے کا مفہوم ہے کہ محنت ضائع نہ جائے بلکہ زیادہ ہو کر واپس ملے تو ساری کائنات میں رحیمیت پھیلی ہوئی دکھائی دینے لگے گی۔ ایک پہلو سے جب آپ خدا کو دیکھتے ہیں تو یوں لگتا ہے کہ ساری باقی صفات غائب ہو گئی ہیں وہی اصل صفت تھی لیکن ربوبیت سے جب رحمانیت میں داخل ہوتے ہیں تو ہر طرف رحمان خدا کا نظارہ دکھائی دینے لگتا ہے۔ رحمانیت سے جب رحیمیت میں جاتے ہیں تو یہ دیکھ کر حیران ہو جاتے ہیں کہ کوئی بھی ایسی چیز نہیں ہے جہاں رحیمیت کا رنگ نہ ہو۔ انسانی جسم کے تمام اجزاء کو دیکھ لیں، انسان کے تمام ارکان مثلاً جسم کے اعضاء میں ہر چیز سے جو انسان بنا ہوا ہے انسان رحیمیت کا سبق پڑھ سکتا ہے۔ گردوپیش پر دیکھیں، ایک زمیندار کو بڑے علم کی ضرورت نہیں۔ وہ جانتا ہے کہ ان موسموں سے فائدہ اٹھاتا ہوں اور موسم آتے جاتے رہتے ہیں۔ ایک موسم میں کھو دیتا ہوں تو اگلا موسم دوبارہ وہی مواقع لے کر میرے حضور حاضر ہو جاتا ہے اس موسم سے میں فائدہ اٹھاتا ہوں اور پھر وہ موسم نکل جاتا ہے تو میں سوچتا ہوں کہ یہ کمی رہ گئی ہے وہ کمی رہ گئی لیکن پھر وہ دوبارہ چکر لگاتا ہوا میرے پاس پہنچ جاتا ہے اور کہتا ہے اچھا اب کمیاں پوری کر لو۔ موسم کے بار بار آنے میں کوئی کمی نہیں ہوتی لیکن اس سے فائدہ اٹھانے میں کمی رہ جاتی ہے۔

پس بعض لوگ ایسے ہیں جن کا رحیمیت سے تعلق اس طالب علم کی طرح ہوتا ہے جو ہر امتحان کے وقت سوچتا ہے کہ جو ہو چکا وہ ہو چکا اگلے امتحان کی دفعہ میں یہ سب تیاریاں کروں گا تاکہ یہ نقص بھی نہ رہے، یہ نقص بھی نہ رہے۔ اور اگلا امتحان پھر بھی آتا ہے لیکن وہ پھر تیاریوں سے محروم رہ جاتا ہے تو استفادہ کرنے کا کام ہمارا ہے لیکن جہاں تک افادہ کا تعلق ہے یا فائدہ پہنچانے کا تعلق ہے، رحیمیت ہر بار اپنے سب جلوے لے کر آتی ہے اور بار بار آتی ہے۔ رحیمیت کا مضمون بھی اتنا وسیع ہے کہ ایک خطبہ چھوڑ کئی خطبات میں بھی مضمون کی نشاندہی بھی پوری نہیں کی جا سکتی لیکن یہ مثال میں نے آپ کے سامنے رکھی ہے کہ اس مثال پر غور کرتے ہوئے اپنے علم کو بڑھائیں، اپنے عرفان کو بڑھائیں۔ کسی بیرونی علم کی ضرورت نہیں ہے بلکہ آپ کے حواسِ خمسہ یہ اہلیت رکھتے ہیں کہ آپ کو خدا تک پہنچا دیں۔ لیکن ایک شرط کے ساتھ کہ

آپ کے اندر خدا تک پہنچنے کی طلب پیدا ہو۔

اگر طلب پیدا ہو جائے تو پھر آپ کو اس بات کا عرفان حاصل ہوگا کہ دراصل آپ خدا تک نہیں پہنچتے خدا آپ تک پہنچتا ہے۔ حواسِ خمسہ کے ذریعے آپ ہر چیز تک پہنچ جاتے ہیں لیکن خدا کی توفیق کے بغیر خدا کو پا نہیں سکتے۔ پس ثابت ہوا کہ حواسِ خمسہ بذات خود خدا تعالیٰ تک پہنچنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ امکانات پیدا کرتے ہیں۔ اب ان دو چیزوں میں بڑا فرق ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے مثال دی تھی بڑے بڑے علماء دنیا میں موجود ہیں جو سائنس کے ایسے ماہر ہیں کہ خدا تعالیٰ کی تخلیق کی باریک در باریک چیز والی جگہ تک ان کی نگاہ پہنچتی ہے اور جہاں پہنچ کر ٹھہرتی ہے وہاں ان کو یہ پیغام دیتی ہے کہ ابھی تم نے کچھ بھی حاصل نہیں کیا اس سے پرے علم کے اور بھی جہان ہیں۔ پس نہ صرف یہ کہ وہ نظر رکھتے ہیں بلکہ نظر کے اندر عمق رکھتے ہیں گہرائی رکھتے ہیں اور پھر بھی خدا تک نہیں پہنچتے۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ

(سورۃ الانعام: آیت ۱۰۴)

قرآن کریم فرماتا ہے کہ تمہاری آنکھیں، تمہاری بصارت خدا تک نہیں پہنچ سکتی وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ۔ ہاں وہ ہے جو تمہاری قوت ادراک تک پہنچتا ہے کتنا عظیم الشان نکتہ اس میں بیان فرما دیا گیا۔ اور امر واقعہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی لطافت اور لطافت اور اس کا اعلیٰ ہونا اور اس کا عظیم ہونا اور اس کا اکبر ہونا یہ ساری باتیں ایسی ہیں جو انسانی حواسِ خمسہ کو ناکام کر دیتی ہیں کہ انسان محض ان کے زور سے خدا کی عظمت کو پا سکے یا اس کے علو کو پا سکے اس کی کبریائی کو پا سکے اور اس کی ذات کی گہرائی تک اتر سکے۔ پس سطحوں تک جا کر ہمارے حواس ٹھہر جاتے ہیں، اس کے بعد پھر ایاک نستعین کا دور شروع ہوتا ہے۔ ایاک نعبد ہمیں یہ بتاتا ہے کہ یہ چیز جو ہمیں بظاہر دکھائی دے رہی ہے یہ بڑی پیاری ہے لیکن اس کے پیچھے کوئی اور ذات چھپی ہوئی ہے پس ہم اس کی عبادت کریں۔ جب اس کی عبادت کرتے ہیں اور حمد کو اس کے ساتھ ملاتے ہیں تو پھر وہ ظاہر ہونا شروع ہوتا ہے اور امر واقعہ یہ ہے کہ حمد کی توفیق بھی اسی سے ملتی ہے پس ایاک نستعین سے یہ مضمون مکمل ہو جاتا ہے۔ پس حواسِ خمسہ کے ذریعے آپ کوشش کریں لیکن ساتھ یہ دعا کرتے رہیں کہ اے اللہ تعالیٰ! اے خدا! تو ہمارے حواسِ خمسہ پر نازل ہو۔ ان پر جلوہ فرما کیونکہ جب تک تو اپنی صفات کا جلوہ ہم پر نہیں فرمائے گا اس وقت تک ہم دیکھتے ہوئے بھی دیکھنے سے محروم رہیں گے۔ ہم سنتے ہوئے بھی سننے سے محروم رہیں گے۔ ہم چکھتے ہوئے بھی چکھنے سے محروم رہیں گے اور اپنی کسی حس کے ذریعے بھی تجھ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔

مومن جب اس عجز کے مقام پر فائز ہوتا ہے تو پھر ایاک نعبد کی دعا میں ایک طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ عجز میں ایک طاقت ہے اور تکبر میں ناطاقتی پائی جاتی ہے۔ جب بھی انسان خدا سے تعلق باندھتا ہے تو یاد رکھیں کہ ہاں طاقت کا نام عجز ہے یعنی اپنی کمزوریوں کا احساس اور اپنی برائی کا احساس کمزوری ہے جس کے بعد انسان خدا سے تعلق باندھ لیتا ہے۔ پس حواسِ خمسہ کی نااہلی کو دیکھنے کے لئے آپ کو کہیں بہت دور کے سفر کی ضرورت نہیں۔ اہلیت رکھتے ہوئے بھی ان میں ایک نااہلیت پائی جاتی ہے۔ پس دنیا کی عظیم قوموں کو آپ دیکھیں جو خدا تعالیٰ کی تخلیق پر غور کرتے ہوئے اس تخلیق میں چھپے ہوئے رازوں سے استفادہ کرتے ہوئے عظیم الشان ایجادات کرنے میں کامیاب ہو چکی ہیں اور وہ قومیں آج تمام دنیا پر غالب ہیں لیکن ان کا بھاری حصہ ایسا ہے اور بہت بھاری حصہ ایسا ہے جو خدا کے تصور سے ناآشنا ہے اور ذاتی طور پر خدا سے کوئی تعلق نہیں رکھتا، خدا کے تصور کا ایک ایسا مبہم سا سایہ ان کے ذہنوں پر پڑا ہوتا ہے جو تعلق قائم کرنے کے لئے کافی نہیں۔ ایک فرضی سا خیال ہے اور ایک کثیر تعداد ان میں سے ایسی ہے جو باشعور طور پر یہ اعلان کرنے کی جرأت کرتے ہیں کہ خدا نہیں ہے۔ ایسے بھی بڑے بڑے سائنس دان ہیں جنہوں نے بے انتہا تفحص کیا اور تدبر کئے بہت بڑے بڑے عظیم راز پا لئے اور

سب کچھ پانے کے بعد یہ کہہ کر سب کچھ گنوا بیٹھے کہ ہم نے تو ہر طرف دیکھا ہیں تو خدا کہیں دکھائی نہیں دیتا۔

پس جب میں حواسِ خمسہ کی بات کرتا ہوں تو وہ کھڑکیاں ہیں اور دروازے ہیں جہاں تک روشنی پہنچ سکتی ہے مگر دروازے اور کھڑکیاں اچھل اچھل کر روشنیوں تک نہیں پہنچ سکتے۔ روشنی ان تک پہنچتی ہے۔ اللہ نور السمٰوات والارض (سورۃ النور۔ آیت ۳۶) خدا زمین و آسمان کا نور ہے اور اوپر معانی کے علاوہ ایک یہ معنی ہیں کہ تم آنکھیں کھولو، نور خود تم تک پہنچے گا اگر تم نور کی طلب کرنے والے ہو گے اور نور کی خواہش رکھنے والے ہو گے۔ اگر تم نور کی خواہش رکھو گے تو آنکھیں کھول لو گے اور کھول لو گے تو ہر طرف سے نور کے جلوے تم تک پہنچنے لگیں گے اور اگر آنکھیں رکھتے ہوئے آنکھیں بند رکھو گے تو اندرونی طور پر تم میں بظاہر صلاحیت ہو گی لیکن نور تم تک نہیں پہنچ سکے گا۔ پس حواسِ خمسہ جو ہر شخص کو عطا ہوئے ہیں اور حواسِ خمسہ کے مطالبے پر اگر انسان غور کرتا رہے تو سورۃ فاتحہ میں اس کو بہت ہی خوبصورت رنگ ابھرتے ہوئے دکھائی دیں گے اور خدا کی حمد اس کے اندر ایک غور و خوض کے بعد کیفیت پیدا کرے گی یا کیفیتیں پیدا کرے گی، اور انہیں کیفیتوں کا نام نماز ہے۔ انہیں کیفیتوں کا نام عبادت ہے۔ اس عبادت کے بعد جب آپ ایاک نستعین کہتے ہیں تو بلا تردد یقین کے ساتھ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا سے پھر ضرور مدد ملے گی لیکن دوسرے دروازے بند کرنے پڑتے ہیں۔ ان معنوں میں بند کرنے پڑتے ہیں کہ آخری یقین بلا شرکت غیر سے یہی رہتا ہے کہ صرف ایک ذات ہے اس کے سوا کوئی نہیں۔

اس مضمون پر غور کرتے ہوئے جب آپ واپس خدا تعالیٰ کی ان چار صفات کی طرف واپس جاتے ہیں جن کا سورۃ فاتحہ میں ذکر ہے تو تعجب پیدا ہوتا ہے کہ آخر تو یہ بتایا گیا کہ ایاک نعبد کہو اور یہی چار صفات ہیں جو بنیادی طور پر خدا کا تعارف کروانے کے لئے کافی ہیں لیکن ان میں بہت سی صفات موجود ہی نہیں ہیں۔ ہم جب کہہ دیتے ہیں کہ ہم صرف تیری عبادت کریں گے اور صرف تجھ سے ہی مانگیں گے تو اگر ہماری ضرورتیں اور ہوں اور نئی ہوں تو یہ عہد تو ہمارے لئے موت کا پیغام بن جائے گا۔ آپ ایک محدود طاقت والے انسان سے یہ رشتہ باندھ بیٹھیں جس کی طاقتیں بھی محدود ہیں، جس کی پہنچ محدود ہے۔ جو ہمیشہ رہ بھی نہیں سکتا اس سے یہ عہد کر بیٹھیں کہ ہم جو کچھ مانگیں گے تجھ سے ہی مانگوں گا تو جب اسکی ضرورت دینے والے کی طاقت سے باہر ہوگی وہیں دوالا گیا۔

ایک دفعہ ایک عباسی وزیر نے

جو عباسی خلیفہ کے وزیر تھے کسی کے ساتھ احسان کا معاملہ کیا تو اس نے احسان کا شکریہ اس رنگ میں ادا کیا کہ اس سے تحریری معاہدہ کیا کہ اے وزیر! میں خدا کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ آئندہ میں تیرے دروازے کے سوا کسی دروازے کی طرف نہیں دیکھوں گا اور تیرے سوا کسی سے نہیں مانگوں گا لیکن کچھ عرصے کے بعد نہ وہ وزیر رہا نہ وہ دروازہ رہا اور یہ وعدہ از خود ہی جھوٹا ثابت ہو گیا۔ پس جب ہم ایاک نعبد و ایاک نستعین کہتے ہیں تو غور طلب بات یہ ہے کہ آیا یہ حکمت کی بات تھی بھی کہ نہیں، کہیں ہم ایسا عہد تو نہیں کر بیٹھے جس کے نتیجے میں بعض ہماری ضرورتیں خدا کی ذات سے باہر رہ جائیں گی اور جب ذات کی طرف واپس لوٹتے ہیں تو وہاں صرف چار صفات ہیں۔ ربوبیت رحمانیت، رحیمیت اور مالکیت۔ کیا ان چاروں صفات سے انسان کا گزارہ ہو سکتا ہے۔ علم کا یہاں کہیں ذکر نہیں کہ خدا عالم الغیب بھی ہے۔ اس بات پر غور کرتے ہوئے وہ مضمون ذہن میں ابھرتا ہے جس کا میں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں کہ درحقیقت یہ چاروں صفات ام الصفات ہیں اور کوئی ایک صفت بھی ایسی نہیں جو ان کے اثرات سے باہر ہو۔ بعض دفعہ ایک صفت سے کئی دوسری صفات پیدا ہوتی ہیں۔ بعض دفعہ مختلف صفات مل کر بعض صفات پیدا کرتی ہیں اور آپس میں ان کے تعلقات کے ادلنے بدلنے سے نئے مضامین ابھرتے ہیں اور بعض دفعہ ہماری نظر نہیں ہوتی کہ ہم ایک صفت میں دوسری صفات موجود دیکھ سکیں لیکن موجود ہوتی ہیں اور قرآن کریم کا مطالعہ ہماری توجہ ان کی طرف مبذول کرواتا ہے اور بتاتا ہے کہ دیکھو اس کھڑکی کے رستے یہ روشنی بھی دکھائی دینی چاہئے تھی مگر دکھائی نہیں دی۔

مگر قرآن کریم مددگار بنتا ہے اور سارے قرآن کریم کے مطالعہ کے بعد یہ حقیقت ایک یقین کے طور پر دل میں ہمیشہ کے لئے جاگزیں ہو جاتی ہے کہ سورۃ فاتحہ کو ام الصفات کہنا محض ایک جذباتیت کی بات نہیں تھی ایک جذباتی تعلق کے نتیجے میں نہیں تھا بلکہ گہرے ٹھوس علم کے نتیجے میں بتائی یہی حقیقت ہے۔ مثلاً میں نے علم کا ذکر کیا کہ خدا کو ہم سورۃ فاتحہ کے علاوہ جانتے ہیں کہ عالم الغیب ہے، عالم الشہادۃ ہے اور حاضر کو جانتا ہے، غائب کو جانتا ہے۔ ماضی کو بھی جانتا ہے، مستقبل کو بھی جانتا ہے لیکن سورۃ فاتحہ میں تو کوئی ایسا ذکر نہیں ملتا۔ پھر انسان قرآن کریم کے مطالعہ میں یہ بات پڑھ کر اچانک حیران رہ جاتا ہے کہ الرحمٰن علم القرآن خلق الانسان علمہ البیان (سورۃ الرحمٰن۔ آیات ۲ تا ۵) کہ رحمان ہے جس نے قرآن سکھایا۔ اب رحمانیت کا علم سے کوئی تعلق ہے۔ ورنہ رحمان کو قرآن سکھانے والا کیوں قرار دے دیا گیا۔ یہ کہنا چاہئے تھا کہ علام الغیوب ہے، عالم ہے، علیم ہے جس نے قرآن سکھایا۔ کیونکہ علم سکھانے والے کو تو عالم کہا جاتا ہے یا علیم کہا جاتا ہے یا علام کہا جاتا ہے رحمان تو نہیں کہا جاتا تو رحمانیت میں علم کا کون سا جزو پایا جاتا ہے یا کونسی مشابہت ان صفات میں پائی جاتی ہے جن کی وجہ سے قرآن کریم جو تمام علوم کا سرچشمہ ہے۔ جامع ہے اور سب سے اونچا مقام رکھتا ہے اور سب سے زیادہ گہرائی رکھتا ہے اس کو علیم کی طرف منسوب کرنے کی بجائے رحمان کی طرف منسوب کر دیا۔

اس مضمون پر غور کرتے ہوئے جب آپ رحمانیت میں سفر شروع کرتے ہیں تو آپ یہ سوچ کر حیران رہ جاتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ ربوبیت بہت وسیع طور پر اثر انداز دکھائی دیتی ہے اور قانونِ قدرت اور تخلیق میں کارفرما نظر آتی ہے لیکن جب کچھ بھی نہ ہو تو رحمانیت کے سوا کسی چیز کا آغاز ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ رحمان کے اندر بن مانگے دینے والے کا معنی پایا جاتا ہے یعنی ابھی سائل کا وجود ہی پیدا نہیں ہوا۔ کوئی کچھ مانگنے کے لئے دربار میں حاضر نہیں ہوا لیکن اس کے لئے عطا کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ پس حقیقت میں تخلیق کا بھی رحمانیت کے ساتھ تعلق ہے اور علم کا بھی رحمانیت کے ساتھ تعلق ہے۔ تخلیق کا تعلق تو آپ کو فوراً سمجھ آ گیا، جب آپ دوبارہ اس آیت پر غور کریں تو آپ کو سمجھ آ جائیگی کہ رحمان نے ساتھ تخلیق کو کیوں باندھا تھا۔ الرحمٰن علم القرآن خلق الانسان علمہ البیان کہ رحمان نے انسان کی تخلیق کی ہے اور رحمان ہی تھا جس نے قرآن عطا کیا۔ تخلیق کے لئے رحمانیت کا جوڑ سمجھنے کے لئے خدا تعالیٰ نے بہترین مثال پیش فرما دی انسان کی۔ انسان تخلیق کی وہ آخری شکل ہے جس میں سب سے زیادہ رحمانیت جلوہ گر ہے کیونکہ انسان کو سب سے زیادہ وہ چیزیں عطا ہوئی ہیں جو بن مانگے عطا ہوئیں اور جو درجۂ کمال تک پہنچی ہوئی ہیں۔ کوئی اور مخلوق اس میں انسان کا مقابلہ نہیں کر تا بلکہ تمام کائنات کا خلاصہ انسان ہے۔ خلق الانسان کا فاعل رحمان قرار دے دینا اور یہ فرمانا کہ رحمان نے انسان کی تخلیق کی ہے، یہ مضمون ہمیں یہ بتاتا ہے کہ تخلیق کا آغاز رحمانیت کے نتیجے میں ہوا ہے بلکہ تخلیق پر غور کرنے سے سمجھ آ جاتی ہے کہ کیوں رحمان کو خالق کہا گیا کیونکہ وہی مضمون دوبارہ ابھرتا ہے جو میں نے آپ سے پہلے بیان کیا ہے کہ

ہر تخلیق میں ضرورتِ واجبی کے علاوہ چیزیں عطا کی گئی ہیں۔

ضرورتِ حقہ کا لفظ میں نے پہلے استعمال کیا تھا غالباً "ضرورتِ واجبی" کہنا زیادہ درست ہے یعنی وہ ضرورت جو کم سے کم ہے جس کے پورا ہو جانے کے بعد چیز کو بقاء نصیب ہو جاتا ہے اور پیاس بجھ جاتی ہے۔ وہ ضرورت پورا کرنے کے بعد اگر مزید کچھ عطا کیا جائے تو وہ واجبی ضرورت سے زیادہ ہے اور اس کیلئے رحمان کا ہونا ضروری ہے ورنہ آپ روزمرہ کی زندگی میں تو رحمان نہیں بنتے مزدور لیے جب آپ کا کوئی کام کیا ہو تو بالعموم انسان کم سے کم دے کر پیچھا چھڑانے کی کوشش کرتا ہے۔ اکثر مالکوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ نوکروں

بیچاروں کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں کہ تمہاری ضرورت پوری ہو گئی ، بس کافی ہے۔ تم اس میں رہ سکتے ہو۔ سردی سے بچ سکتے ہو، گرمی سے کسی حد تک بچ سکتے ہو لیکن وہ بھی ضرورت بھی پوری نہیں کی جاتی کسی حد تک پوری ہو جاتی ہے تو سمجھتے ہیں کہ ذمہ داری ادا ہو گئی۔ وہ تو رحمان نہیں کہلا سکتے۔ پس تخلیق میں کوئی بھی زندگی کا ایسا ذرہ آپ کو دکھائی نہیں دے گا خواہ وہ زندگی کا کسی نوع سے تعلق رکھنے والا ذرہ ہو جس ذرے کے اندر بھی رحمانیت کا جلوہ نہ دکھائی دیتا ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ؎

بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز ٭ تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اُس پہ آساں ہے

اب کیڑے کا پاؤں بنانے پر انسان قادر نہیں۔ یہ بات آج کے زمانے میں عجیب لگتی ہے۔ جب آپ دیکھتے ہیں کہ ہوائی جہاز ایجاد ہو گئے، ٹیلی ویژنز ایجاد ہو گئیں۔ حیرت انگیز باریک در باریک صفاتِ کائنات پر غور کرنے کے نتیجے میں انسان باریک در باریک چیزیں بنانے پر قادر ہوتا چلا جا رہا ہے تو کیا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ مصرعہ اب پرانے زمانے کی بات بن گیا کہ "بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز"۔ لیکن جب آپ گہری نظر سے دیکھتے ہیں تو آپ یہ دیکھ کر حیران ہو جاتے ہیں کہ بڑی بڑی تحقیق اور عظیم تخلیق اور باریک در باریک تخلیق کا دعویٰ کرنے والا انسان بھی آج تک کیڑے کا ایک پاؤں بنانے سے عاجز ہے کیونکہ کیڑے کے ایک پاؤں میں عجیب در عجیب چیزیں بنی ہوئی ہیں۔ کیڑے کا ایک پاؤں جس مسالے سے بنا ہوا ہے۔ جس طرح اس کے اندر انرجی (ENERGY) پہنچانے کا انتظام ہے۔ جس طرح وہ اپنے ظاہری جسم کے مقابل پر بیسیوں گنا زیادہ وزن اُٹھانے کی طاقت رکھتا ہے۔ جس طرح اس کے باریک در باریک اعصاب ہیں۔ جس طرح وہ اس بات کا اہل بنایا گیا ہے کہ سیدھی عمودی چیزوں پر بھی وہ چڑھ جائے اور عام سطح پر بھی اسی طرح دوڑنے لگے۔ جس طرح بعض اُن میں سے پانی کی سطح پر بھی دوڑنے کی استطاعت رکھتے ہیں۔ اس کیڑے کے پاؤں پر آپ غور کریں تو عقل دنگ رہ جائے گی۔ اور بغیر کسی شک کے ایک انسان جو صاحب علم ہو اور صاحب فراست ہو وہ دوبارہ یہ اعلان کرے گا اور ہزار بار یہ اعلان کرے گا کہ "بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز"۔

تو خدا تعالیٰ کی صنعتوں میں تو ہر جگہ رحمانیت جلوہ گر دکھائی دیتی ہے اور رحمانیت کو تخلیق میں ڈھالنے کیلئے علم کی ضرورت ہے کیونکہ تخلیق میں سائنس بھی ہے اور ٹیکنالوجی بھی ہے۔ یہ دو چیزیں اکٹھی ہو کر تخلیق میں ڈھلتی ہیں۔ علم کے بغیر تخلیق ممکن ہی نہیں ہے۔ پس علم جب درجۂ کمال کو پہنچا ہو تب تخلیق خوبصورت ہوتی ہے اور اس کے باوجود تخلیق کوئی عملی جامہ نہیں اوڑھ سکتی یا عمل کی صورت میں ڈھل نہیں سکتی جب تک ساتھ ٹیکنالوجی بھی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کو، رحمان خدا کو علم کے بغیر رحمانیت کو تخلیق میں ڈھالنے کی استطاعت ہی نہیں ہو سکتی تھی اور سب سے زیادہ عالم وہ ہوتا ہے جو چیز کو خود بنانے والا ہے۔ دوسرے بھی سمجھتے ہیں اور سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کسی کے بنائے ہوئے ماڈل پر غور کرتے ہیں اور گہرائی میں اُترنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن جو بنانے والا ہے۔ اس سے بڑھ کر عالم دُنیا میں کوئی نہیں ہو سکتا۔ پس رحمان میں ہی علم بھی شامل ہے اور رحمان میں ہی تخلیق بھی شامل ہے۔ پس جب ہم کہتے ہیں اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ تو بلاشبہ کوئی ناقص سودا نہیں کر رہے ہوتے۔ کوئی خوف والا سودا نہیں کر رہے ہوتے۔ کامل یقین کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ جس سے ہم نے یہ عہد کیا ہے کہ صرف تیری عبادت کریں گے اور کسی اور کو عبادت کے لائق نہیں سمجھیں گے۔ ہم پورے یقین اور عرفان کے ساتھ یہ عہد کر رہے ہیں۔ ان کا یہ مطالبہ ایک طبعی آواز ہے جو اس کے پیچھے آنی چاہیئے کہ اے ہمارے معبود! پھر ہماری ضرورتیں بھی تو ہی پوری کرنا۔ کیونکہ تو تمام ضرورتیں پوری کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے مضامین ہیں مگر اب چونکہ وقت ختم ہو رہا ہے، میں انشاء اللہ اگر وقت ملا تو میں اسی مضمون پر مزید گفتگو اگلے خطبے میں کروں گا۔

(باقی ملاحظہ فرمائیں صفحہ ۱۰ پر)

پیغام حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بقیہ صفحہ اوّل

پس وہ جو روحانی جہاد کے قائل ہیں وہ کیوں ان سے نصیحت نہیں پکڑتے اور کیوں بہترین روحانی ہتھیاروں سے اپنے آپ کو مسلح کر کے میدانِ جہاد میں اپنی قابلیتوں کے جوہر نہیں دکھاتے۔

یہ وہ میدانِ جہاد ہے جہاں، ان باتوں سے بہت بڑھ کر جو میں نے آپ کے سامنے بیان کی ہیں سب سے اہم اور بنیادی ہتھیار تقویٰ اور تعلق باللہ کا ہتھیار ہے۔ اگر آپ خدا کے ہو چکے ہوں۔ اگر آپ کا اللہ تعالیٰ سے تعلق بہت گہرا اور پختہ اور دائمی ہو چکا ہو۔ اگر آپ کی عاجزانہ پکار کے جواب میں ذوالمجد والعلیٰ قادر مطلق خدا آپ سے پیار کرنے لگا ہو تو آپ کی چھوٹی سی نصیحت میں بھی انقلاب برپا کرنے والی عظیم طاقت پیدا ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر آپ اللہ تعالیٰ کے نہ بن چکے ہوں اور اللہ نے آپ کو اپنا نہ بنا لیا ہو تو پھر دعوت الی اللہ کی خاطر آپ کی لمبی تقریریں اور روحانیت سے خالی عہد و جہد کوئی بھی پھل پیدا نہیں کر سکے گی۔

پس میری نصیحت کو قبول کریں اور مستقلاً اس بات کو اپنا مطمحِ نظر بنا لیں کہ کامیاب اور مسلسل اور پُرحکمت تبلیغ نہ صرف ان قوموں کی بقا کے لئے ضروری ہے جن میں آپ بستے ہیں بلکہ آپ کی اور آپ کی نسلوں کی بقا کے لئے بھی ضروری ہے۔ یاد رکھیں کہ اگر زندگی موت پر غالب نہ آسکے تو لازماً موت زندگی پر غالب آجایا کرتی ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور آپ کی طرف سے ہمیشہ مجھے آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب رہے۔

والسلام خاکسار

مرزا طاہر احمد

خلیفۃ المسیح الرابع

اداریہ بقیہ صفحہ ۲

ہندو مسلم اتحاد پیدا کرنے کے لئے مامورِ زمانہ کا پُرشوکت اعلان

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ مسیح موعود و مہدی معہود اور کرشن قادیانی علیہ السلام نے آج سے ۸۲ سال قبل فرمایا تھا کہ "ہندو اور مسلمان اس ملک میں دو ایسی قومیں ہیں کہ یہ ایک خیال محال ہے کہ کسی وقت مثلاً ہندو جمع ہو کر مسلمانوں کو اس ملک سے باہر نکال دیں گے۔ یا مسلمان اکٹھے ہو کر ہندوؤں کو جلا وطن کر دیں گے بلکہ اب تو ہندو مسلمانوں کا باہم چولی دامن کا ساتھ ہو رہا ہے اگر ایک پر کوئی تباہی آئے تو دوسرا بھی اس میں شریک ہو جائیگا ..... جو شخص تم دونوں قوموں میں سے دوسری قوم کی تباہی کی فکر میں ہے اس کی اس شخص کی مثال ہے کہ جو ایک شاخ پر بیٹھ کر اسی کو کاٹتا ہے ..... ایسے نازک وقت میں یہ راقم آپ کو صلح کیلئے بلاتا ہے۔ جبکہ دونوں کو صلح کی بہت ضرورت ہے۔ دُنیا پر طرح طرح کے ابتلاء نازل ہو رہے ہیں زلزلے آرہے ہیں۔ قحط پڑ رہا ہے ...... اور جو کچھ خدا نے مجھے خبر دی ہے وہ بھی یہی ہے کہ اگر دُنیا اپنی بدعملی سے باز نہیں آئے گی اور بُرے کاموں سے توبہ نہیں کرے گی تو دُنیا پر سخت سخت بلائیں آئیں گی۔ اور ایک بلا ابھی بس نہیں کرے گی کہ دوسری بلا ظاہر ہو جائے گی۔ آخر انسان نہایت تنگ ہو جائیں گے کہ یہ کیا ہونے والا ہے۔ اور بہتیرے مصیبتوں کے بیچ میں آکر دیوانوں کی طرح ہو جائیں گے۔ سو اے ہم وطن بھائیو! قبل اس کے کہ وہ دن آویں ہوشیار ہو جاؤ اور چاہیئے کہ ہندو اور مسلمان باہم صلح کر لیں"

(پیغام صلح)

؎
نفرتوں کا اک گھنا جنگل ہے تا حدِ نظر
پیار ڈھل کر صاف ہو جائے تو رستہ ہو جائیگا

عبدالحق فضل

مسلمانوں کی جماعت احمدیہ قادیان

از جناب گیانی ہزارہ سنگھ صاحب ریٹائرڈ ڈی۔ ایس۔ پی سول لائنز گورداسپور

جنوری ۱۹۲۹ء میں مَیں بطور اسسٹنٹ سب انسپکٹر پولیس تھانہ صدر بٹالہ میں تعینات تھا۔ اس تھانہ کے حلقہ میں قادیان ایک چوکی تھی۔ جس میں مجھے مارچ میں لگا دیا گیا۔ ان دنوں قادیانی جماعت کے سربراہ "حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی کا ہماہیہ تھا" سید ولی اللہ شاہ صاحب نظارت امور عامہ کے انچارج اور چوہدری فتح محمد صاحب ناظر اعلیٰ اور مولوی عبد الرحمٰن صاحب وکیل انجمن احمدیہ کے انچارج تھے۔ مجھے اپنی ڈیوٹی کے دوران اکثر واسطہ مولوی صاحب سے پڑتا تھا۔ جو اتنے بااخلاق اور شیریں کلام تھے کہ جو بھی ان سے دو منٹ بات کرتے ان کا مَن موہ لیتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک فرشتہ سیرت شخص سے ملے ہیں۔ جب کبھی کسی فوجداری مقدمہ کی ایف آئی۔ آر درج کرکے تفتیش کی جاتی تو احمدی جماعت کا ہر رُکن اپنا ووٹ سچائی کی طرف ہی ڈالتا خواہ ملزم احمدی ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب جو اس وقت وائسرائے ہند کے ایڈوائزر تھے دہلی سے سپیشل ٹرین سے قادیان آتے تھے۔ اتنے بڑے عہدے پر ہوتے ہوئے بھی ہر ایک غریب و امیر سے بڑے پیار سے ملتے تھے۔

مسلمانوں کی احراری جماعت ان قادیان سے وابستہ مسلمانوں کی بہت مخالفت کرتی تھی۔ اور یہ احراری اکثر مجھے کہا کرتے تھے کہ یہ "قادیانی" (احمدی) تو مسلمان ہی نہیں ہیں جو حضرت محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد اور نبی بنائے بیٹھے ہیں۔ لیکن مَیں نے کہا کہ مجھے اس بات کا تو پتہ نہیں۔ مگر انسانیت کے لحاظ سے مَیں ان کو آپ لوگوں سے بہت اونچا سمجھتا ہوں۔ آپ ان کو گالیاں دیتے ہیں وہ پھر بھی آپ لوگوں کو کچھ نہیں کہتے۔

۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے وقت مَیں تھانہ پٹھانکوٹ (ضلع گورداسپور) میں متعین تھا۔ مجھے فوراً قادیان پہنچنے کی ہدایت ہوئی۔ ان دنوں ٹرین اور بسوں کی آمد و رفت بند تھی۔ مجھے سائیکل پر وہاں سے قادیان آنا پڑا۔ اس وقت ارد گرد کے دیہات کے مسلمان سروں پر تھوڑا سا سامان اُٹھائے قادیان آ رہے تھے جن کو دیکھ کر آنکھوں میں آنسو بھر آتے تھے۔ ان سب کو تھوڑے عرصہ کے قیام میں قادیان میں پناہ ملی اور جماعت احمدیہ کے لنگر خانہ سے انہیں کھانا مہیا ہوتا تھا۔

قادیان کے متصل موضع بھینی بانگر کا نمبردار محمد علی جو پولیس کا امدادی تھا۔ میرے پاس دوڑا دوڑا آیا۔ اُس نے کہا کہ میرا سب کچھ لوٹ لیا گیا ہے۔ مجھے اس کی پرواہ نہیں مگر لوگ میری لڑکی کو اُٹھا کر لے گئے ہیں جس طرح ہو سکے میری لڑکی کو واپس لا دو۔ مَیں نے اپنے ماتحت عملہ کو اس کی تلاش میں بھیج دیا۔ جو تلاشی کر کے تیسرے دن اسے لے آئے۔ اس وقت (پیدل) قافلہ قادیان سے بٹالہ کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔ مَیں نے اس لڑکی کو گھوڑی پر اپنے پیچھے بٹھایا اور تیزی سے اُسے دوڑاتا ہوا قافلہ میں پہنچا اور لڑکی کو اس کے والد کے حوالہ کیا جس نے مجھے بہت دعائیں دیں کہ اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے۔

مجھے اس وقت پتہ نہیں کہ جماعت احمدیہ کس کس ملک میں ہے۔ کیونکہ پاکستان میں تو ان کو کافر سمجھ کر قتل کر دیا جاتا ہے۔ مگر مَیں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ جہاں جہاں بھی اس جماعت کا کوئی رُکن ہوگا وہاں وہاں وہ خلقِ خدا کا خدمت گار مومن ہوگا۔

مَیں جلسہ سالانہ (۱۹۹۰ء) میں بوجہ خرابی صحت شامل نہیں ہو سکا۔ مَیں یہاں دُعا کرتا ہوں کہ "اللہ تعالیٰ اس جماعت کو ہر جگہ کامیابی عطا کرے"۔

نوٹ:- مکرم ملک صلاح الدین صاحب مؤلف اصحاب احمد کئی سالوں سے جناب گیانی صاحب سے ملاقاتیں کر کے توجہ دلا رہے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اور بزرگان سلسلہ احمدیہ کے متعلق اپنے تجربات و مشاہدات تحریر کر کے دیں یا لکھوائیں۔ خطوط کے ذریعہ بھی یاد دہانی کراتے ہیں۔ جناب گیانی صاحب اپنی یادداشتیں تلاش کر رہے ہیں جن میں آپ نے مشاہدات درج کئے ہیں۔ بزرگانِ سلسلہ کی یاد میں آپ بعض دفعہ چشم پُر آب ہو جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ حقیقی اور سچے مسلمان تو احمدی ہی ہیں۔

جموں میں آپ کو محترم ملک صلاح الدین صاحب نے بتایا کہ قریب میں حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ اور حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ کو قید کر لیا گیا ہے۔ گیانی صاحب کو ایسا صدمہ ہوا کہ دیگر افسران کی موجودگی کے باوجود آپ رُک نہ سکے اور رونے لگ پڑے اور کہا کہ ایسے معصوموں پر ظلم کر کے ظالم بچ نہیں سکتے۔

احباب سے درخواست دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو صحت والی عمر عطا فرمائے اور ان کو یہ مشاہدات مل جائیں اور وہ جماعت کو دے سکیں۔

محترم غلام احمد صاحب چغتائی مرحوم بقیہ ص۹

بقیہ ص۹

جیسے وہ بجا طور پر اپنی خوش بختی سمجھتے۔ برادرم کے آپریشن سے لے کر اُن کی وفات تک حضور اقدس کی سٹ بینہ دعاؤں کا علم تو خدا ہی کو ہو گا۔ مگر حضور اقدس کے مبارک ہاتھوں سے دوا بھی ملتی رہی۔ بعض دفعہ حضور اقدس اُن کی بیماری کے پیش نظر آرام کرنے کو فرماتے۔ مگر وہ بندہ خدا اسی بات میں آرام محسوس کرتا رہا کہ حضور اقدس کے قریب رہے۔ چنانچہ بیماری ہو یا صحت وہ ہر دم حضور اقدس کے ساتھ والے دفتر میں بیٹھے ٹیلیفون پر پیغامات لئے جا رہے ہیں۔ اور اپنے فرض کے تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے کام کئے جاتے۔ ایسے مخلص اور محنتی خادم کی کیسے قدر نہ ہوتی۔ خادم اگر "ایاز" تھا تو آقا بھی "محمود" چنانچہ اُن کی وفات کا حضور اقدس کو بہت دکھ ہے۔ جس کو صبر سے آقا کا دل ہی جانتا ہے۔

غلام احمد چغتائی یقیناً اپنی مُراد کو پا گئے کہ خدمتِ دین کرتے کرتے اپنی جان مالکِ حقیقی کے سامنے پیش کر دی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُسی کا صلہ اس رنگ میں بھی دیا۔ کہ حضرت امیر المومنین نے مورخہ ۱۶ نومبر ۱۹۹۰ء بروز جمعہ۔ نمازِ جمعہ سے قبل لاتعداد احمدیوں کی موجودگی میں نماز جنازہ پڑھائی۔ تدفین احمدیہ قبرستان بروک وڈ (BROOK WOOD) میں ہوئی۔ اور اب میرا دوست میرا بھائی زندگی کی تریسٹھ بہاریں دیکھنے کے بعد ابدی نیند سو رہا ہے۔ جنہوں نے مرحوم دوست کا چہرہ دیکھا وہ گواہ ہیں کہ میرے دوست کے چہرے پر نُور ہی نور تھا۔ اور کسی جہت سے یہ اندازہ نہ ہوتا تھا۔ کہ وہ وفات پا چکے ہیں وہ نور اُن کے اعمالِ صالحہ کا پرتو ہی تھا جو کہ عیاں تھا۔

فقیرانہ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت کے اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اور ہر لمحہ ہماری بھابھی صاحبہ اور عزیزان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

سوگوار
منصور احمد (ڈپٹی)
ویمبلڈن۔ لندن

ضمیمہ بدر مجریہ ۲۴ جنوری سنہ ۱۹۹۱ء

خطبۂ جمعۃ المبارک

ہلاکو خاں کی باتیں تو قصہ ہو چکی ہیں وہ پرانی باتیں ہیں ہلاکو خاں کو تو جنگ عظیم کی ہلاکت نے

خواب بنا دیا تھا اور آج یہ خود اقرار کر رہے ہیں کہ جنگ عظیم میں جو کچھ ہوا وہ کچھ بھی نہیں تھا ویتنام میں جو بمباری ہوئی ہے اس کی

پاسنگ بھی وہ بمباری نہیں ہم کر رہے ہیں کہ کوئی مثال بنی نوع انسان کی فوجی طاقت کے مظاہرے میں آپ کو دکھائی نہیں دیگی

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۱۸ صلح (جنوری) ۱۳۷۰ ہش / ۱۹۹۱ء بمقام مسجد فضل لندن

مکرم منیر احمد جاوید صاحب مبلغ سلسلہ دفتر پی۔ ایس لندن کا قلمبند کردہ یہ بصیرت افروز خطبہ جمعہ ادارہ "بدر" بطور ضمیمہ بدر مجریہ ۲۴ صلح (جنوری) ۱۳۷۰ ہش / ۱۹۹۱ء اپنی ذمہ داری پر ہدیۂ قارئین کر رہا ہے۔ ——— (ایڈیٹر)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

پیر صاحب پگاڑا جو پاکستان کے ایک بزرگ سیاستدان ہیں انہیں خدا تعالیٰ نے ایک خاص ملکہ عطا فرمایا ہے جیسا ملکہ اور کسی پاکستانی سیاستدان میں میں نے نہیں دیکھا۔ مزاح کی زبان میں اور لطیف مزاح میں لپیٹ کر وہ بعض دفعہ ایسی ٹھوس حقیقتیں بیان کر دیتے ہیں جو اگر ظاہری کھلے کھلے لفظوں میں بیان کی جائیں تو دیسے اثر پیدا نہیں کر سکتیں اور ایسی باتیں بھی کہہ دیا کرتے ہیں جو وہ بعض حالات میں کھلم کھلا کہنا مناسب نہ سمجھتے ہوں مگر استعاروں کی اس زبان میں جو خاص طور پر مزاح میں لپٹی ہوئی ہوتی ہے وہ اپنے مافی الضمیر کو ادا کرنے کی خاص قدرت رکھتے ہیں۔ پیچھے کچھ عرصہ ہوا کسی نے ان سے پوچھا کہ بتایئے کہ مشرقی پاکستان جو پہلے ہوا کرتا تھا وہاں کے ان مسائل کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے مشرق کی باتیں کیا پوچھتے ہو۔

ہمارا تو قبلہ مغرب کی طرف ہے اور مغرب ہی کو ہم سجدہ کرتے ہیں

اس لئے مغرب کی باتیں پوچھو۔ کیسی لطیف بات ہے اور کتنی گہری۔ ہے تو مزاح کے پردے میں لپٹی ہوئی لیکن ایک انتہائی دردناک حقیقت ہے جو روز بروز کھل کر ظاہر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ وہ تو یہ جو قبلہ یعنی بیت اللہ سے مشرق کی طرف واقع ہیں ان کا ظاہری قبلہ تو بہرحال مغرب ہی کی طرف ہوگا لیکن پیر صاحب کی مراد یہ نہیں تھی بلکہ یہ مراد تھی کہ ظاہری قبلہ غرب کی طرف ہے اور باطنی قبلہ کسی اور طرف ہے مگر حیرت ہوتی ہے خانہ کعبہ کے مخاطبین پر کہ جو بیت اللہ میں رہتے ہوئے بھی مغرب کو سجدہ کرتے ہیں۔ آج عالمی مسائل سے

مسلمانوں کو بچانے کے لئے

سب سے اہم ضرورت قبلہ سیدھا کرنے کی ہے جب تک ہمارا قبلہ سیدھا نہیں ہوتا اس وقت تک ہمارا کوئی مسئلہ حل نہیں ہو سکتا ایک زمانہ تھا کہ جب مسلمان قوم دو ایسے حصوں میں بٹی ہوئی تھی کہ ایک کا قبلہ مشرق کی طرف ہو چکا تھا اور ایک کا مغرب کی طرف اور دونوں میں سے کسی کا قبلہ بھی بیت اللہ کی طرف نہیں تھا وہ اپنے تمام مسائل میں یا مغربی قوموں کی طرف دیکھتے تھے یا مشرقی طاقتوں کی طرف۔ جو سیاسی تبدیلیاں روس میں اور روس اور امریکہ کے تعلقات میں پیدا ہوئی ہیں ان کے نتیجے میں اب ایک قبلہ تباہ ہو چکا ہے اور ایک ہی قبلہ باقی رہ گیا ہے ان کے لئے لیکن جو حقیقی قبلہ کبھی تباہ نہیں ہو سکتا، جو دائمی ہے اور ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کے لئے نجات کا ذریعہ بنایا گیا اس قبلہ کی طرف رُخ نہیں کرتے

پس آج کے دور میں سب سے اہم ضرورت قبلہ درست کرنے کی ہے۔ یہ انتہائی دردناک حالات جو اس وقت عالم اسلام پر مسلط ہیں بد سے بدتر ہو رہے ہیں ان سے کئی قسم کے رد عمل پیدا ہو رہے ہیں اور میں مختصراً ان سے متعلق جماعت کے سامنے وضاحت کرتا ہوں اور پھر جماعت کو نصیحت کروں گا کہ ان کو اسلامی تعلیم کے لحاظ سے کیا رد عمل دکھانا چاہیئے۔

ایک بڑا حصہ سعودی عرب کی امامت میں یعنی مسلمان ممالک کا ایک بڑا حصہ سعودی عرب کی امامت میں کلیتہً مغرب پر اپنا انحصار کر بیٹھا ہے اور اس بات میں کوئی شک نہیں اور کوئی خطرہ نہیں سمجھا جاتا کہ عالم اسلام پھٹتا جا رہا ہے اور دن بدن ان کے رخنے زیادہ گہرے ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ عراق نے جو کچھ کیا جیسا کہ آپ خطبوں میں پہلے سن چکے ہیں۔

جماعت احمدیہ نے کبھی بھی عراق کے کویت پر اس قبضے کی تائید نہیں کی۔

جماعت احمدیہ کا موقف ہمیشہ یہی رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی تعلیم کے مطابق تمہارا بھائی اگر ظالم بھی ہو تو اس کی اس طرح مدد کرو کہ اس کے ہاتھ ظلم سے روکو۔ چنانچہ اس پہلو سے ہم نے عراق کی بارہا مدد کرنے کی کوشش کی پیغامات بھجوائے گئے خطبات میں بھی ہر طرح سے یہ مضامین بیان کئے گئے کہ دنیا میں اس نے جو آپ کو ظلم میں شریک کر دیتی ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اگر آپ مدد چاہتے ہیں تو ظلم سے ہاتھ کھینچنا ہوگا۔ پہلی بات یہ کہ کویت سے آپ کو اپنی فوجیں واپس بلا لینی چاہئیں اور عالمی برادری کے سامنے نہیں بلکہ مسلمان برادری کے سامنے کویت کے ساتھ اپنا معاملہ طے کرنے کے لئے پیش کریں اور امن کے ساتھ اور سمجھوتے کے ساتھ آپ کے اختلافات طے ہوں۔ یہی قرآنی تعلیم ہے اور اسی تعلیم کے مطابق ہم نے بغداد کو نصیحت کی۔

دوسری بات ان کے سامنے یہ پیش کی گئی کہ باہر کے ملکوں کے نمائندے جو آپ کے ملک میں مختلف خدمات پر مامور تھے اور اسی طرح مختلف سفارتکار وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ کے پاس امانت ہیں اور ان امانت میں آپ کو خیانت نہیں کرنی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ خواہ یہ نصیحت ان تک پہنچی ہو یا ازخود انہوں نے ایک معقول فیصلہ کیا اور

مبنی بر انصاف فیصلہ کیا

اور اپنے پہلے موقف کو تبدیل کر کے اس منصفانہ موقف پر آگئے کہ ہمیں کسی HUMAN SHIELD کی ضرورت نہیں ہے جو غیر ملکی باشندے ہیں وہ جہاں جانا چاہیں جب چاہیں واپس جا سکتے ہیں یہاں تک کہ ان کے اخباری نمائندگان کو بھی انہوں نے آج تک ایسی غیر معمولی سہولتیں دے رکھی ہیں کہ جن کے متعلق مغرب

ہیں بھی یہ تصور نہیں ہو سکتا کہ جب یہ اپنی زندگی اور موت کی جنگ میں اس طرح مصروف ہوں تو اتنی آزادی کے ساتھ غیر ملکی سفارتکاروں کو حالات کا جائزہ لینے اور باہر خبریں بھجوانے کا موقعہ دیں تو ایک پہلو سے تو وہ ظلم سے باز آ گئے لیکن کویت کے مسئلے پر اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کیا حکمتیں تھیں، کیا مجبوریاں تھیں کہ انہوں نے اپنا قدم واپس لینے سے انکار کر دیا اور اس انکار پر مُصر رہے۔ اس کے نتیجے میں جو خوفناک جنگ اس وقت وہاں لڑی جا رہی ہے وہ ظاہر ہے کہ بالکل یکطرفہ ہے۔ وہ تمام طاقتیں جو بغداد کے خلاف اکٹھی ہو گئی ہیں ان میں مسلمانوں کا حصہ یہ ظاہر کرنے کے لئے ڈالا گیا ہے کہ یہ کوئی اسلام اور غیر اسلام کی جنگ نہیں، بلکہ ایک ظالم کے خلاف مسلمان ممالک کی مدد کے لئے ہم قربانی کر رہے ہیں۔ اس قربانی کی حیثیت کیا ہے۔ یہ تو سب دنیا جانتی ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ وہ قربانی اس نوعیت کی ہے کہ غیر معمولی فوائد مغرب کو پہنچ رہے ہیں جن کا عام آدمی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ جو ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر پروپیگنڈا ہو رہا ہے اس پروپیگنڈا کے پس پردہ بہت سے امور ہیں جو واقعات ہیں اور ان کو سمجھے بغیر آپ کو اندازہ نہیں ہو سکتا کہ اس خوفناک جنگ کے نتیجے میں کونسی طاقت فائدے اٹھائے گی اور کونسی طاقت نقصان اٹھائے گی

جہاں تک عراق کا تعلق ہے وہ آپ جانتے ہیں کہ نقصان ہی نقصان ہے اور بہت ہی دردناک حالات ہیں۔ عراق کو میں نے خطبات میں یہ بھی کھلم کھلا مشورہ دیا تھا کہ تمہیں لازم تھا کہ انتظار کرتے۔ خدا تعالیٰ نے ایک طاقت عطا کی، اس طاقت کو آگے بڑھانے کے لئے ابھی کھلا وقت درکار تھا۔ اس لئے جو بھی فیصلے کئے گئے ہیں، کچے ہیں، بے وقت ہیں اور نامناسب ہیں اس لئے اس وقت اس ظلم سے اپنا ہاتھ اٹھالو اور ترقی کرو۔ جلسہ سالانہ پر میں نے عالم اسلام کو یہ توجہ دلائی تھی کہ یہ دعائیں کریں کہ

اللہ تعالیٰ ہمیں ایک صلاح الدین عطا کرے

کچھ عرصہ ہوا جب میں نے بغداد کے حالات دیکھنے کے لئے ٹیلی ویژن چلایا تو اس میں ایک پروگرام دکھایا جا رہا تھا جس میں بعض مسلمان علماء بڑے جوش کیساتھ صدر صدام حسین صاحب کو صلاح الدین قرار دے رہے تھے لیکن جذبات کے نتیجے میں، اندھی وابستگی کے نتیجے میں صلاح الدین پیدا نہیں ہوا کرتے۔ صلاح الدین سے میری مراد یہ نہیں تھی کہ ایک جذباتی بت کھڑا کر دیا جائے اور اس کا نام صلاح الدین رکھ دیا جائے۔ صلاح الدین بننے کے لئے بہت سی صلاحیتوں کی ضرورت ہے، اور ان صلاحیتوں کے علاوہ لمبے صبر کی ضرورت ہے۔ سلطان صلاح الدین نے سب سے پہلے عالم اسلام کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی تھی۔ زندگی کا ایک بڑا حصہ مختلف ٹکڑوں میں بٹی ہوئی عرب ریاستوں کو یکجا کرنے اور ایک مرکزی حکومت بنانے پر عمر کا ایک بڑا حصہ صرف کر دیا اور جب وہ گھر کے حالات سے پوری طرح مطمئن ہو گئے تب انہوں نے فلسطین کے وفارغ کے لئے تمام عالم کی طاقتوں کو چیلنج کیا اور دنیا جانتی ہے کہ جس طرح آج مغربی طاقتیں بغداد کے خلاف اکٹھی ہوئی ہیں اسی طرح اس زمانے میں بلکہ اس سے بھی زیادہ شدت اور جذبے کے ساتھ اس روح کے ساتھ کہ گویا مذہبی جنگ ہے، اس روح نے ان کے اندر دیوانگی کی ایک کیفیت بھی پیدا کر دی تھی۔ پس زیادہ شدت اور جذبے اور دیوانگی کے ساتھ صلاح الدین کی طاقت کو توڑنے کے لئے مغرب نے بار بار کوششیں کیں اور باوجود اس کے کہ وہ نسبتاً کمزور تھا، باوجود اس کے کہ وہ کوئی غیر معمولی حربی صلاحیتیں یعنی جنگی صلاحیتیں نہیں رکھتا تھا اس کے باوجود ہر بار اللہ تعالیٰ اس کو فتح پر فتح عطا کرتا چلا گیا۔ اسمیں بعض اور صفات بھی تھیں۔

وہ ایک بہت نیک اور متوکل انسان تھا

وہ ایک ایسا شخص ہے جس کے متعلق یورپ کے شدید ترین معاند بھی حرف نہیں رکھ سکے کہ اس نے یہ ظلم کیا اور یہ بداخلاقی کی۔ چنانچہ وہ محققین جنہوں نے بہت تلاش کیا ان میں سے بعض نے یہ اعتراف کیا کہ صلاح الدین کے متعلق ہم نے ہر طرح سے کھوج لگایا کہ کوئی ایک بات اس کے متعلق ایسی بیان کر سکیں کہ جس نے بنیادی طور پر انسانیت کی ناقدری کی ہو۔ انسانی قدروں کو ٹھکرایا ہو۔ ظلم اور سفاکی سے کام لیا ہو۔ بداخلاقی سے کام لیا ہو۔ مگر ایسی کوئی مثال اس کی زندگی میں دکھائی نہیں دیتا۔ ایک ہی مثال ان کے سامنے آئی اور یہی مستند

لکھتا ہے کہ اس مثال میں بھی جس کو مغرب نے اچھالا، دراصل کوئی حقیقت نہیں ہے۔ وہ مثال یہ تھی کہ وہ یورپین شہزادہ جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم کے مزار کو اکھیڑنے کے لئے اس نیت کے ساتھ مدینے کی طرف روانہ ہوا تھا اور بہت قریب پہنچ چکا تھا اور اس کے ارادے بہت بد تھے اس کو صلاح الدین نے بالآخر پکڑ کر اس کی مہم کو ناکام اور نامراد کیا اور جب وہ شہزادہ صلاح الدین کے سامنے پیش ہوا ہے تو اس وقت اسکا پیاس سے بُرا حال تھا، ایک شربت کا گلاس وہاں پڑا ہوا تھا اس نے وہ گلاس اٹھایا اور پینے لگا تھا کہ صلاح الدین نے تلوار کی ایک ضرب سے وہ گلاس توڑ دیا کیونکہ صلاح الدین نے زیادہ حکمت عملی کے ساتھ ایک زیادہ طاقتور فوج کو شکست دی تھی اور ان کو صحراؤں میں آگے پیچھے کر کے ایسے اقدام پر مجبور کر دیا جس کے نتیجے میں وہ پانی سے محروم رہ گئے اور صلاح الدین کی یہ جنگ تلوار کی طاقت سے نہیں بلکہ اعلیٰ حکمتِ عملی کے نتیجے میں جیتی گئی تھی۔ پس وہ پیاس سے تڑپتا ہوا وہاں پہنچا اور اس وقت اس شربت کے گلاس سے اس کو محروم کر دیا گیا۔ یہ محققین نے ایک داغ نکالا کہ یہ داغ صلاح الدین کے چہرے پر ہے اس کے سوا ہم کچھ تلاش نہیں کر سکے۔ یہ مؤرخ جس کی کتاب میں نے ایک لمبا عرصہ ہوا پڑھی تھی، مجھے نام بھی یاد نہیں، لمبا عرصہ پہلے پڑھی گئی تھی، وہ یہی لکھتا ہے کہ جو اعتراض کرنے والے ہیں وہ عرب مزاج کو نہیں سمجھتے اور عرب اعلیٰ اخلاقی روایات کو نہیں سمجھتے۔ عرب اعلیٰ اخلاقی روایات میں سے ایک یہ ہے کہ مہمان کو جو تمہارا گھر کا پانی پی چکا ہو یا تمہارے گھر کا کھانا چکھ چکا ہو اس کو قتل نہیں کرنا۔ چاہے اس نے کیسا ہی بھیانک جرم کیا ہو اور اس کا جرم اتنا بھیانک تھا یعنی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم کے مزار کی توہین کہ صلاح الدین جیسا عاشق رسولؐ کسی قیمت پر اس کو معاف نہیں کر سکتا تھا۔ پس اس کے نزدیک یہ بداخلاقی تھی کہ یہ اس کی میز سے پانی پی لیتا اور پھر اس کو وہ قتل کرتا نہ کہ یہ بداخلاقی کہ مرنے سے پہلے ایک دو سیکنڈ اور اس کو پیاس میں تڑپتے رہنے دیتا۔ پس

صلاح الدین ایک بہت بڑی عظیم شخصیت تھی

جو اسلامی اخلاق کا ایک عظیم الشان مظاہرہ تھا۔ ایسا حیرت انگیز مظاہرہ تھا کہ بعض مغربی مؤرخین نے اسکو عمر بن عبد العزیز ثانی کہنا شروع کر دیا اور وہ کہتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز میں جو صلاحیتیں اور جو روحانیت جو اعلیٰ اخلاق موجود تھے وہ سینکڑوں سال کے بعد صلاح الدین کی صورت میں عرب دنیا میں دوبارہ ظاہر ہوئے۔ پس صلاح الدین محض جذبات سے نہیں بنا کرتے۔ صلاح الدین نام بہت سی صلاحیتوں کا تقاضا کرتا ہے۔ پس احمدی بھی شاید یہ پروگرام دیکھ کر جذباتی طور پر ہیجان پکڑ چکے ہوں، وہ کہہ رہے ہوں کہ دیکھو جی، ادھر دعا کروائی ادھر صلاح الدین عطا ہو گیا۔ یہ بچگانہ باتیں ہیں۔ آپ کی سوچ پختہ ہونی چاہیئے کیونکہ آپ تمام دنیا کی راہنمائی کے لئے پیدا کیئے گئے ہیں۔

میں آپ کو آپکا یہ مقام یاد دلاتا ہوں

آپ کسی ایک قوم اور کسی ایک مذہب کی راہنمائی کے لئے نہیں بلکہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم کی غلامی سے آپ نے سیادت کی قوت حاصل کی ہے، سیادت کی صلاحیتیں حاصل کی ہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم تمام دنیا کی سیادت کے لئے پیدا فرمائے گئے تھے اور تمام دنیا کو صحیح مشورے دینے کے لئے پیدا کئے گئے تھے۔ ایسی پختگی انسانی عقل میں کبھی واقع نہیں ہوئی جیسی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم کو عقل کی پختگی عطا فرمائی گئی تھی۔ آپ کا دل بھی کامل تھا، آپ کی عقل بھی کامل تھی اور دل کے جذبات کو عقل میں ناجائز دخل دینے کی اجازت نہیں تھی۔ آج کل جو انتہائی دردناک حالات گذر رہے ہیں ان میں بعض لوگوں کے لئے تو یہ ایک ایسا ہی تماشہ ہے جیسے کبھی کرکٹ کے میچ ہو رہے ہوتے ہیں اور ان میچوں کے دوران چھوٹے بھی اور بڑے بھی دن رات، دن رات تو نہیں یعنی دن کے حصے میں ٹیلی ویژن کے اردگرد بیٹھے تماشے دیکھ رہے ہوتے ہیں، یہ کوئی کرکٹ کا تماشہ نہیں ہے۔ بہت ہی خوفناک اذیتناک جنگ ہے

CARPET BOMBING

کا آپ نے بار بار نام سنا ہوگا اس کا مطلب ہے کہ ایک علاقے کو مکمل طور پر اس طرح ملیا میٹ کر دیا جائے کہ کسی چیز کا کوئی نشان باقی نہ رہے اور ایک بم کے گڑھے کا تعلق دوسرے بم کے گڑھے کے کنارے سے ملتا چلا جائے۔ ایسی بمبارڈ منٹ (BOMBARDMENT) عراق پر کی جارہی ہے کہ پہلی رات ہی اس ہیروشیما پر گرائے جانے والے ایٹم بم سے زیادہ طاقت کے بم وہاں گرائے جاچکے تھے اور اس وقت سے اب تک یہ سلسلہ مسلسل جاری ہے۔ ان حالات میں جب

تمام عالم اسلام کا دل درد سے بھرا ہوا ہے

یعنی اس عالم اسلام کا جسکو اسلام سے محبت ہے جسکو انسانیت سے محبت ہے جس کو بنی نوع انسان سے محبت ہے، جو انسانی قدروں کی بلندی چاہتا ہے اور کسی ایک قوم کی عصبیتی فتح کے نتیجے میں وہ خوش نہیں ہو سکتا۔ اس عالم اسلام کی میں بات کر رہا ہوں، اس عالم اسلام پر انتہائی درد کی کیفیت طاری ہے۔ دن رات دل دکھے ہوئے ہیں۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ صدر صدام کے ہر فیصلے پر صاد کر رہے ہیں۔ ہرگز اس کا یہ مطلب نہیں۔ صدر صدام نے جو یہ فیصلہ کیا کہ اسرائیل پر وہ سکڈ میزائلز پھینکیں اس کے نتیجے میں نقصان تو اتنا معمولی ہوا ہے کہ ایک معمولی بس کے حادثہ میں بھی اس سے بہت زیادہ نقصان ہو جایا کرتا ہے۔ زلزلے کے نتیجے میں اس سے ہزاروں لاکھوں گنا زیادہ نقصان ہو جاتا ہے۔ جو TERRORIST آئرلینڈ سے آکر یہاں بم کے دھماکے کرتے ہیں ان کا نقصان اس سے بہت زیادہ ہو جاتا ہے۔ لیکن تمام دنیا اسرائیل پر اس حملے کے نتیجے میں APPAL ہو گئی ہے۔ یہ الفاظ ہیں پرائم منسٹر آف برٹین (PRIME MINISTER OF BRITAIN) کے کہ ہم APPAL ہو گئے ہیں اسقدر حیرت اور سکتے میں پڑ گئے ہیں اور اسقدر خوفناک تعجب انگیز تکلیف پہنچی ہے کہ لفظ نہیں ہیں اس کو بیان کرنے کے لئے تو یہ ہمدردیاں ہیں عالمی قوتوں کی اسرائیل کے ساتھ۔ ایسے موقعہ پر ایک ایسا قدم اٹھانا کہ جس کے نتیجے میں عراقیوں کے لئے اور زیادہ تکلیف ہو اور اگر عراقیوں کو تکلیف پہنچے گی تو چونکہ اکثر مسلمان ہیں اور اکثر عراقی جنگ کے فیصلوں میں ذمہ دار اور شریک نہیں اس لئے دنیا کے ہر شریف انسان کو خواہ وہ مسلمان ہو یا نہ ہو اس تکلیف میں حصہ دار ہونا چاہیئے۔ پس جو تکلیف نہتے غریب شہریوں کو پہنچ رہی ہے جو پہلے ہی فاقوں کا شکار ہیں اس پر ان پر ظالمانہ بمباریاں ہو رہی ہیں اور کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کتنا شدید نقصان اب تک پہنچ چکا ہے۔ ان پر تو کوئی APPAL نہیں ہو رہا ہے لیکن اس واقعہ پر اس لئے APPAL ہو رہے ہیں کہ وہ جانتے ہیں کہ اس کے نتیجہ میں اسرائیل نے جب جوابی کارروائی کی تو جو مظالم اب تک عراقیوں پر ہو چکے ہیں اس سے کئی گنا زیادہ مظالم ہوں گے پس دراصل ان کے APPAL کے لفظ کے پیچھے یہ حکمت ہے۔ اور دوسرا ایسے خطرات ہیں جو خود ان کے خطرات ہیں ان کو خطرہ یہ ہے کہ اگر اس کے نتیجہ میں اسرائیل نے کوئی جوابی کارروائی کی اور عالم اسلام پھٹ گیا یعنی ——— پھٹا تو پہلے ہوا ہے مزید پھٹ گیا اور

کچھ مسلمان ممالک نے عراق کی تائید شروع کر دی

تو ہمارے لئے اور مشکلات کھڑی ہو جائیں گی۔ تو بہرحال جو اقدامات ایسے ہیں جن کے نتیجے میں مصیبتوں میں اضافہ ہو رہا ہے، دنیا میں کوئی بھی انسانیت اور اسلام کا سچا ہمدرد ان اقدامات پر خوش نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر صدر صدام کے غلط فیصلوں کے نتیجے میں اہل عراق کو دردناک سزائیں دی گئیں تو اس پر خوش ہونا مسلمان تو کیا ایک معمولی ادنیٰ انسان کو بھی زیب نہیں دیتا لیکن ساتھ ہی جب آپ ٹیلی ویژن پردہ تصویریں دیکھتے ہیں جن میں بیدار بیٹھے ہوئے امیر، بھری ہوئی تجوریوں کے مالک کویتی اور سعودی ڈالروں کے ساتھ ریڈیو لگائے بیٹھے ہوئے

عراق کی تباہی کی خبروں پر قہقہے لگاتے ہیں

اور اپنے مزے اڑا رہے ہیں کہ آدمی حیران ہو جاتا ہے دیکھ کے، جب ان تصویروں کو آپ دیکھتے ہیں تو انسان بیان نہیں کر سکتا کہ دل کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔ حیرت سے دیکھتا ہے کہ ایسے انسان بھی ہیں جو اسلام کے نام پہ ساری دنیا میں اپنے تقویٰ کے ڈھنڈورے پیٹتے رہتے ہیں اور یہ بتاتے رہتے ہیں کہ ہم اسلام کے صف اول کے سپاہی ہیں ہم وہ ہیں جن کے سپرد خانہ کعبہ کی چابیاں کی گئیں ہیں، جن کے سپرد مقامات مقدسہ کی حفاظت کی عظیم ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ ہم وہ ہیں جنہیں عالم اسلام میں خدا تعالیٰ نے عظیم سیادتیں بخشی ہیں۔ یہ دعوے کرتے چلے جارہے ہیں اور انسانی قدروں کی حالت یہ ہے کہ اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے NEXT DOOR یعنی ساتھ کے ہمسایہ مسلمان ملک پر اسقدر خوفناک مظالم توڑے جارہے ہیں کہ ان کے حالات جب جنگ کے بعد سامنے آئیں گے تو مدتوں تاریخ ان کے ذکر پر روئے گی۔ ہلاکو خان کی باتیں تو قصہ ہو چکی ہیں وہ پرانی باتیں ہیں ہلاکو خان کو تو جنگ عظیم کی ہلاکت نے خواب بنایا تھا۔ اور اب یہ خود اقرار کر رہے ہیں کہ جنگ عظیم میں جو کچھ ہوا وہ کچھ بھی نہیں تھا۔ ویتنام میں جو بمباری ہوئی ہے اس کی باتیں چھوڑ دو۔ اب جو بمباری ہم کر رہے ہیں اس کی کوئی مثال بنی نوع انسان کی فوجی طاقت کے مظاہرے میں آپ کو دکھائی نہیں دے گی۔ ان باتوں کو دیکھ کر قہقہے لگانے اور ہنسنا اور جہالت کے ساتھ ایسی طرز اختیار کرنا کہ جو کسی شریف انسان کو زیب نہیں دیتی۔ ایسی گھٹیا حرکتیں، ایسے گھٹیا انداز میں نے تو پہلی دفعہ دیکھا ہے میں تو حیران رہ گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنکو اتنی دولتوں کا مالک بنایا گیا ہے اور یہ ان کا وقار ہے اور یہ ان کی عقل اور سمجھ بوجھ ہے۔ کسی کو یہ خیال نہیں آیا کہ استغفار کریں کسی کو یہ خیال نہیں آیا کہ توبہ کریں۔ خدا تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوں خدا تعالیٰ کی چوکھٹ پر سجدے کریں اور اس سے دعا مانگیں کہ اے خدا ہم کس مصیبت میں پھنس گئے ہیں کہ مجبور ہو گئے ہیں۔ اگر وہ مجبور ہی ہیں کہ اے خدا ہم کس مصیبت میں پھنس گئے کہ مجبور ہو گئے ہیں کہ اپنے بھائیوں کو نیست و نابود کر دیں اور اس کے نتیجے میں صدقات کریں۔ بنی نوع انسان کی ہمدردی کا اظہار کریں اس دولت کا صحیح استعمال کریں جس دولت کا ان کو امین بنایا گیا ہے۔ یہ کرنے کی بجائے یہ صرف اس انتظار میں بیٹھے ہیں کہ کب کلیتہً عراق کی طاقت ہمیشہ ہمیش کے لئے صفحہ ہستی سے مٹا دی جائے اور پھر فاخرانہ انداز میں یہ واپس اپنے چھوٹے سے ملک کویت میں داخل ہوں۔ اور پھر مغربی طاقتیں دوبارہ آکر ان کے ملک کو از سر نو تعمیر کریں، پھر آباد کریں جب کہ عملاً عراق صفحہ ہستی سے مٹ چکا ہو

اب سوال یہ ہے کہ اس ساری جدوجہد کا، اس خوفناک بین الاقوامی صورت حال کا فائدہ کس کو پہنچ رہا ہے۔ آج صبح کے انٹرویو میں کسی نے اسرائیل کے نائب وزیر دفاع سے پوچھا کہ دیکھیں اگر آپ نے کوئی ردّ عمل دکھایا یعنی ان سکڈ میزائلز کے نتیجے میں جو آپ کے بعض شہروں پر گریں لیکن زیادہ نقصان نہیں ہوا اگر آپ نے کوئی ردعمل دکھایا تو اس کے نتیجے میں عالم اسلام کا جو ہمارے ساتھ اتحاد ہے اس کو شدید نقصان پہنچے گا تو اس نے کہا: تم کیا باتیں کرتے ہو۔ کیسی بے عقلی کا سوال ہے۔ مجھے تو اس سوال میں معمولی عقل کی بات بھی دکھائی نہیں دیتی۔ اس نے کہا: کیا تمہارا خیال ہے کہ یہ سعودی عرب کا احسان ہے کہ امریکہ کے ساتھ ہے اور انگلستان کے ساتھ ہے اور یورپین ممالک کے ساتھ ہے۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ یہ کویت کا احسان ہے یا مصر کا احسان ہے۔

یہ تو سارے تمہارے ممنونِ احسان ہیں۔

ان کو ایک ذرہ بھر بھی پرواہ نہیں ہوگی کہ اسرائیل عراق کو تباہ کرے یا کوئی اور تباہ کرے۔ یہ ممالک ہیں جو تمہارے غلام ہیں، تمہارے ممنونِ احسان ہیں۔ تم پر کامل انحصار رکھنے والے ممالک ہیں۔ ان کو توفیق ہی نہیں ہے کہ تم سے ناراض ہو سکیں۔ یہ جو جواب ہے اسمیں بڑی گہری حقیقت ہے۔ اس سے کوئی انکار نہیں کہ اس وقت یہ صورت حال ہو چکی ہے لیکن ایک بات سے مجھے شدید اختلاف ہے کہ اس نے کہا کہ تم نے ان پر احسان کیا ہے۔ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ مغرب نے نہ عالم اسلام پر کوئی احسان کیا ہے اس لڑائی میں حصہ لے کر، نہ ان مسلمان ممالک پر احسان کیا ہے جن کے نام پر یہ لڑائی لڑی جارہی ہے بلکہ ہمیشہ کی طرح اپنے مفادات کو حاصل کرنے کی ایک بہت ہی خوفناک کوشش ہے جو اس جدید تاریخ میں ہمیشہ سے اسی طرح کارفرما رہی ہے۔ کوششیں ہمیشہ ہوتی رہی ہیں کہ جب بھی دنیا میں کہیں بدامنی ہو اس کے نتیجے میں زیادہ سے زیادہ فائدہ ترقی یافتہ قوموں کو پہنچے۔ پس اس صورت حال کے پیش نظر اگر آپ مزید تجزیہ کریں تو آپ کو میری بات کی خوب سمجھ آجائیگی کہ فائدے کس کے ہیں۔ یہ جو بے شمار جنگی ہتھیار اور جدید ترین جنگی ہتھیار میدان جنگ تک پہنچائے جارہے ہیں، ان پر بے انتہا خرچ آرہا ہے۔ ارب ہا ارب ڈالرز، آپ تصور ہی نہیں کرسکتے یوں سمجھیں کہ دولتوں کے پہاڑ خرچ ہو رہے ہیں اور ایک بات آپ نے سنی تھی کہ معاہدہ ہو چکا ہے کہ اسمیں سے نصف سعودی عرب ادا کرے گا۔ دوسرے نصف کی کوئی بات نہیں کی گئی۔ یہ نہیں بتایا گیا کہ دوسرا نصف کس کس مسلمان ملک کے حصے میں آئیگا کس کے ذمے، کس کے کھاتے میں ڈالا جائے گا اور میں آپ کو یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ

دوسرے نصف کا بڑا حصہ کویت اور بحرین اور اسی طرح شیخڈم کی دوسری ریاستیں ادا کریں گی۔ اگر پورا نہیں تو لازماً ایک بڑا حصہ اُن سے وصول کیا جائے گا۔ پس اس جنگ کا آخری واضح نقشہ یوں ابھرتا ہے کہ کسی ایسی طاقت کو فائدہ پہنچ رہا ہے جو خود جنگ میں شریک ہی نہیں ہے اور وہ اسرائیل ہے۔ آج کے ایک انٹرویو میں ایک مغربی مفکر یا سیاستدان نے کھل کر اس بات کو تسلیم کیا کہ ہم جو کہتے تھے کہ عراق کو تباہ کردو۔ اب تمہیں سمجھ آگئی ہے کہ ہم کیوں کہتے تھے۔ یہ سکڈ میزائلز جو پوری طرح چل نہیں سکیں اگر یہ اسی طرح رہ جاتیں اور یہ جنگ نہ ہوتی تو آخر کار ان میزائلز کو زیادہ ہولناک طاقت کے ساتھ اسرائیل کے خلاف استعمال کیا جاتا تھا تو جہاں تک مقاصد کا تعلق ہے، مقصد کے لحاظ سے اس نہایت ہی خوفناک جنگ کا فائدہ صرف اور صرف اسرائیل کو ہے۔

جہاں تک اقتصادی فوائد کا تعلق ہے یہ تمام تر فائدہ مغربی ملکوں کو ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جو بھی ہتھیار یہاں استعمال کئے جا رہے ہیں روس سے صلح کے نتیجے میں ان ہتھیاروں کی قیمت مٹی ہو چکی تھی کوئی بھی حیثیت باقی نہیں رہی تھی اور جو زیادہ تر بل ہے وہ ان ہتھیاروں کی قیمت کے طور پر ہے۔ جہاں تک ٹرانسپورٹیشن کے اخراجات ہیں وہ تو سارے کلیۃً ان کے مفت تیل پر ہیں۔ اور اگر صرف نصف بل بھی بنے تب بھی ان کی بچت کا جو مارجن (MARGIN) ہے یعنی جتنے فی صد بچت ان کو ہوگی وہ بھی غیر معمولی ہے۔ پس

اس جنگ کا اقتصادی فائدہ کلیۃً ان مغربی طاقتوں کو حاصل ہے

جو اپنے فرسودہ ہتھیار یا نئے ہتھیار ایک ایسی جنگ میں استعمال کر رہے ہیں جس جنگ کی قیمت وہ کسی اور فریق سے وصول کر رہے ہیں۔ یعنی جنگ کی محنت کرنے والے مغربی لوگ، جنگ میں چند نقصانات اٹھانے والے یعنی چند جانی نقصانات اٹھانے والے مغربی لوگ اور اس کے نتیجے میں بے شمار اقتصادی فائدہ حاصل کرنے والے بھی مغربی لوگ۔ عالم اسلام کو اس کے شدید نقصانات ہیں۔ اگر عراق کلیۃً تباہ ہو جائے تو یہی نقصان ایک بہت بڑا نقصان ہے جس کے بعد کئی سال تک مسلمان روئیں گے لیکن اس کو نظر انداز بھی کر دیں تو اس جنگ کے بعد جو نقشہ ابھرے گا وہ نہایت ہی خطرناک ہوگا۔ ایک تو یہ خطرہ فوری طور پر لاحق ہے کہ صدر صدام نے اگر ایک اور ایسی غیر ذمہ دارانہ حرکت کی کہ اسرائیل کو اس غرض سے ملوث کرنے کی کوشش کی کہ جو مسلمان ممالک مغربی طاقتوں کا ساتھ دے رہے ہیں وہ ان سے پھٹ جائیں تو اسرائیل جب اپنی انتہائی بھیانک انتقامی کارروائی کرے گا تو کسی مغربی طاقت نے اس کے ہاتھ نہیں روکنے نہ ان کو اس بات کی پرواہ ہوگی اور اس پر بھی انہیں مسلمانوں کے دل دکھیں گے جو بالکل بے بس ہیں اور جن کا کوئی اختیار نہیں ہے اور وہ اسلام اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور خدا سے شدید محبت رکھتے ہیں جو انصاف سے محبت رکھتے ہیں۔ جو امن عالم سے محبت رکھتے ہیں اور اس کے بعد اس کے نتیجے میں تمام عالم اسلام میں ایک ہیجان پیدا ہو جائے گا۔

ظاہری طور پر یہ جنگ جیت جائیں گے

مگر بدامنی کے اتنے شدید خوفناک بیج بو ڈالیں گے کہ وہ جگہ جگہ اُگیں گے اور اس کے نتیجے میں پھر بدامنیاں پیدا ہوں گی اور بدامنی کی آماجگاہ مسلمان ممالک بنیں گے۔ کہیں اس کے رد عمل میں مسلمان حکومتوں کا تختہ الٹنے کی کوشش کی جائے گی۔ کہیں اس کے نتیجے میں وہ خوفناک ملوکیت ابھرے گی جس کا قرآن سے تعلق نہیں بلکہ وسطی تاریخ سے تعلق ہے۔ مڈل AGES سے تعلق ہے اور وہ قیادت جو مذہبی جنون سے تعلق رکھتی ہو، خدا کی محبت اور رسولؐ کی محبت اور قرآن کی محبت سے تعلق نہ رکھتی ہو یا جو سیاسی نتائج کی وجہ سے ظہور پذیر ہو وہ قیادت ہمیشہ مزید ہلاکت پیدا کرنے والی ہوتی ہے اور قوم کو مزید پہلے سے بھی بدتر حال کی طرف لے جاتی ہے۔ پس

بے انتہا مسائل ہیں

جو اس خوفناک جنگ کے بعد ظاہر ہونے والے ہیں اور ہوتے چلے جائیں گے اور امن عالم کے لئے ان میں سے ہر خطرہ ایک مزید خطرے کا پیش خیمہ بن جائے گا کیونکہ اس قسم کے دھماکے جو مذہبی جنون کے نتیجے میں ہوں یا سیاسی احساس محرومی کے نتیجے میں ہوں۔ یہ دھماکے دُور دُور تک اثر انداز ہوتے ہیں۔ جن کانوں تک ان کی گونج پہنچتی ہے وہ گونج کان دل کے ارتعاش میں تبدیل کر دیا کرتے ہیں اور وہ دل کے ارتعاش پھر دماغ تک پہنچتے ہیں اور سکیموں میں بدل جایا کرتے ہیں۔ دھماکہ خواہ کویت میں ہو، خواہ مصر میں ہو، خواہ سوڈان میں ہو، دنیا کے کسی ملک میں بھی ہو مسلمانوں کو یہ لگے گا اس کی دھمک سے ایک شدید تکلیف پہنچے گی اور ہیجان پیدا ہوں گے اور اس کے نتیجے میں اور نئی قسم کی تحریکیں جنم لیں گی اور یہ دھماکہ اگر قومیت سے تعلق رکھے تو اس کے نتیجے میں قوموں میں اس سے ارتعاش پیدا ہوتا ہے اور ارتعاش پیدا ہوگا۔ بہرحال یہ ایک لمبی تفصیل ہے اس مضمون کو وضاحت سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ سب جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بدامنی کے جو موجودہ حالات ہیں یہ ختم ہونے کے بعد بدامنی ختم نہیں ہوگی بلکہ بہت وسیع پیمانے پر جاری ہوگی۔ اور ایک اور خطرہ یہ بھی ہے کہ یہ موجودہ بدامنی ایک عالمی بدامنی میں بھی تبدیل ہو جائے اور وہ خوفناک عالمی جنگ لڑی جائے جس کے تصور سے بھی انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور وہ مالک جو باہر بیٹھے ایک ملک کو تباہ کر کے اُس کے تماشے دیکھ رہے ہیں خود ان حالات میں سے گذریں جن کے نتیجے میں وہ تماشائی بن نہ رہیں بلکہ تماشہ دکھانے والے بن جائیں اس لئے

حالات بہت ہی خوفناک ہیں اور خطرناک ہیں اور گہرے ہیں

میں جماعت احمدیہ کو یہ تلقین نہیں کرتا کہ یہ دُعا کریں کہ فلاں فریق فتح مند ہو بلکہ جماعت احمدیہ کو یہ تلقین کرتا ہوں کہ امن عالم کے لئے دُعا کریں اور اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا کریں کہ ہم تو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے پیغام کے بھی عاشق ہیں، آپ کے نام کے بھی عاشق ہیں کیونکہ اے آقا! وہ تیرا عاشق تھا۔ اے زمین و آسمان کے مالک! کبھی دنیا میں کوئی تیرا ایسا عاشق پیدا نہیں ہوا جیسے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تھے۔ پس ہمیں تو آپ کے نام سے آپ کے کام سے، آپ کی ذات سے، آپ کے ملنے سے محبت ہے اور آپ کو تمام بنی نوع انسان سے محبت تھی آپ تمام عالم کے لئے تمام عالمین کے لئے رحمت بنائے گئے تھے پس ہماری آپ کی ذات سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم تمام بنی نوع انسان کے غم میں گھلیں اور ان کے لئے بہتری کے سامان کرنے کی کوشش کریں ہمارے پاس دُعا کے سوا کچھ نہیں۔ ہم ایک کمزور اور نہتی جماعت ہیں ایک مظلوم جماعت ہیں لیکن ہم محمدؐ کے نام پر تیرے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں اور گڑگڑا کر دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! اس آقا کی قوم پر رحم فرما اور تمام بنی نوع انسان پر رحم فرما اور عالمی مصائب سے اُن کو بچا لے خواہ وہ انسانی غلطیوں کے نتیجے میں ہیں یا بعض ایسی تقدیروں کے نتیجے میں جن کو ہم نہیں سمجھ سکتے اور جو کچھ بھی ہو اُس کے نتیجے میں

فتح ہو تو اسلام کو فتح ہو، فتح ہو تو انسانیت کو فتح ہو

وہ کھوئی ہوئی اخلاقی قدریں جو مشرق سے بھی مٹ چکی ہیں اور مغرب سے بھی مٹ چکی ہیں وہ دوبارہ دنیا میں جنم لیں اور دوبارہ دنیا پر غالب آئیں۔ اے خدا اس وعدہ کو پورا فرما جس کا تو نے قرآن میں ذکر فرمایا ہے کہ تو نے اس لئے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو دنیا میں مبعوث فرمایا تھا کہ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ (سورۃ الصف آیت ۱۰) تاکہ اس کو اور اس کے دین کو تمام دنیا کے ادیان پر غالب کر دے۔ پس ہم کسی قوم کی فتح کی دُعا نہیں مانگتے ہم سچائی کی فتح کی دعا مانگتے ہیں بلکہ اے خدا آج اگر ہماری دعاؤں کو تو نے نہ سنا تو اس دنیا کی نجات کا سامان نہیں ہے

٭ ہم اسلام کی فتح کی دعا مانگتے ہیں ہم سچ کی فتح کی دعا مانگتے ہیں ہم انسانی قدروں کی فتح کی دعا مانگتے ہیں۔

اور یہ جو سارے صدقات ہوں گے یہ خالصۃً افریقہ کے فاقہ زدہ ممالک پر خرچ کئے جائیں گے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے ان بھائیوں کی بھی آنکھیں کھولے جن کو قرآن نے کھلی کھلی نیکی کی تعلیم دی تھی لیکن اس سے یہ آنکھیں بند کئے بیٹھے ہیں۔

آج کا یہ جو خطبہ

تھا یا ابھی جاری ہے۔ یہ جاپان میں بھی سُنا جا رہا ہے۔ مغربی جرمنی میں بھی سُنا جا رہا ہے۔ ماریشس میں بھی سُنا جا رہا ہے۔ اور کون سے ......؟ تو یہ جو مواصلات کے نئے ذرائع ہیں حیرت انگیز ترقی کر چکے ہیں لیکن یہ یاد رکھیں کہ جو خطبے وہاں سُنتے ہیں وہ اپنے جمعے کا اس کو حصّہ نہ بنائیں۔ مَیں اس بات کو جائز نہیں سمجھتا کہ خطبہ کہیں اور پڑھا جا رہا ہو۔ اور باقی لوگ باقاعدہ اس کو جمعے کے حصّے کے طور پر فریضے کی ادائیگی میں شامل کرلیں۔ اپنا جمعہ آپ کو الگ پڑھنا ہوگا اور پھر جاپان میں تو اس وقت وقت ہی اور ہے۔ وہاں رات کے ساڑھے گیارہ بج چکے ہیں اس لئے وہاں تو جمعے کا ویسے ہی سوال نہیں ہے۔ بہر حال مَیں آپ کو بتا رہا ہوں کہ ان ممالک میں بھی یہ سُنا جا رہا ہے۔ یہ سارے بھی اس تحریک میں براہِ راست شامل ہوسکیں گے۔ ان کو بھی دُعاؤں میں یاد رکھیں۔ ان میں نیکی کی بہت طلب پائی جاتی ہے کوشش کرتے ہیں کہ ہر نیکی کے مقام میں آگے قدم بڑھائیں۔ اللہ تعالےٰ اور بھی ان کو توفیق عطا فرمائے۔

ان کے علاوہ یہ خطبہ نیو یارک (امریکہ) ڈنمارک اور بریڈفورڈ میں بھی سُنا گیا۔

محلہ احمدیہ میں بعض اعلیٰ سرکاری افسران کی تشریف آوری

قادیان مورخہ ۱۸ر جنوری ۱۹۹۱ء محلہ احمدیہ میں BSF کے اعلیٰ افسران تشریف لائے۔ اس سے قبل اسی روز ...... صاحب کی فیملی کے افراد بھی تشریف لائے تھے۔ جن کو مکرم منیر احمد صاحب حافظ آبادی ناظر امور عامہ و قائمقام ناظر اعلیٰ نے REECIVE کیا اس کے بعد مہمانوں کو محترم ملک صلاح الدین صاحب قائمقام امیر جماعت، محترم مولانا حمید الدین صاحب شمس مبلغ انچارج آندھرا۔ محترم مولانا محمد حمید صاحب کوثر مبشر اسلام فلسطین نے جماعت احمدیہ کی تاریخ و پُر امن تعلیم سے بڑے دلچسپ رنگ میں آگاہ کیا اور ساتھ ساتھ مہمانوں کی خواہش پر زیارت مقامات مقدسہ بھی کرائی جس کا مہمان بار بار شکریہ ادا کرتے رہے۔ اس کے بعد لنگر خانہ میں ان کی تواضع کی گئی اور مہمانوں کو رخصت کیا۔

اس سے چند روز قبل محلہ احمدیہ میں احمدیہ ہاسپٹل میں ضلع کے سینئر ڈاکٹروں کی ٹیم صحت کے بنیادی ٹیکے لگانے آئی جن کو مکرم ڈاکٹر سید بشارت احمد صاحب قائمقام انچارج نے ATTEND کیا۔ اس میڈیکل ٹیم سے اپنے و غیر بہت سے مریضوں نے استفادہ کیا۔ ڈاکٹر راجندر سنگھ صاحب ڈسٹرکٹ فیملی ویلفئر آفیسر نے جماعت کے تعاون کا خصوصی شکریہ ادا کیا۔

اس کے بعد ضلعی سطح کی ایک ہیلتھ کانفرنس خالصہ سکول قادیان میں رکھی گئی جہاں جماعت کے ذمہ دار احباب کو مدعو کیا گیا۔ جماعت کی نمائندگی میں محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے صدر مجلس وقفِ جدید۔ محترم مولانا محمد حمید صاحب کوثر مبشر اسلام فلسطین۔ محترم چوہدری حکیم بدر الدین صاحب عامل سابق میونسپل کمشنر و مکرم ناظر صاحب امور عامہ شریک ہوئے۔ محترم عامل صاحب نے بہت اچھے رنگ میں صحت کے اصولوں پر تقریر کی اور سرکاری ہسپتال قادیان (جو کہ جماعت کی بلڈنگ میں واقع ہے اور کرایہ پر ہے) میں لیڈی ڈاکٹر مہیا کئے جانے کا مطالبہ موقعہ پر موجود C.M.O صاحب و دوسرے افسران سے کیا۔ فنکشن کے بعد چائے دیا گیا۔ اور یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

آخر میں احباب جماعت کی خدمت میں بہتر خدمت دین کی توفیق پانے کے لئے دُعا کی درخواست ہے۔ (نامہ نگار خصوصی)

"بیوت الحمد" اسکیم میں ہمارا حصّہ

مخلصین جماعت احمدیہ بھارت سے گذارش

غرباء کو رہائشی سہولیات مہیا کرنے کیلئے بیوت الحمد کا بابرکت منصوبہ سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۱۱ر نومبر ۱۹۸۳ء کو جماعت کے سامنے رکھا۔ مسندِ خلافت پر متمکن ہونے کے بعد پیارے آقا کی یہ پہلی بابرکت مالی تحریک تھی جس میں کم از کم ایک کروڑ روپے کی مالی قربانی پیش کرنے کا مطالبہ کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ :-

"اللہ تعالےٰ نے میرے دل میں بنی نوع انسان سے محبت کی اس اسکیم کے لئے بے پناہ جوش پیدا کیا ہے۔ مَیں چاہتا ہوں کہ جماعت احمدیہ بنی نوع انسان سے محبت کرنے میں اتنا عملی حصّہ لینے والی ہو کہ دُنیا کی سب جماعتوں سے آگے نکل جائے"

خود حضور انور نے اس بابرکت تحریک میں اپنی طرف سے ابتداءً ایک لاکھ روپے کا گرانقدر عطیہ فرمایا۔ بعدہٗ جماعت کو تحریص دلانے کیلئے حضور نے اس عطیہ کو دُوگنا کرنے کے علاوہ ایک مکان کے مکمل اخراجات ادا کرنے کا بھی وعدہ فرمایا اور جماعت کے ذی ثروت احباب کو بھی ایک ایک مکان کے اخراجات ادا کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔ چنانچہ دُنیا بھر کے مخلصین احمدیت نے پیارے آقا کی آواز پر والہانہ لبیک کہتے ہوئے جس خلوص سے مومنانہ روح و مسابقت کا مظاہرہ کیا اس کا ایمان افروز تذکرہ کرتے ہوئے حضور نے ۱۸ر ستمبر ۱۹۸۷ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا :-

"یہ تحریک چار سال پہلے پیش کی گئی تھی اس وقت جماعت نے اللہ تعالےٰ کے فضل سے بڑا اچھا ردِعمل دکھایا اور کثرت سے اتنے وعدے موصول ہوئے کہ ہمارا خیال تھا کہ اگر سو سارے اخراجات ملا کر ایک لاکھ میں ایک مکان پڑے تو ایک کروڑ روپیہ خرچ ہوگا اور وعدے خدا کے فضل سے ایک کروڑ سے زیادہ کے آگئے"

چنانچہ اس بابرکت مالی تحریک کے ابتدائی چند سالوں کے دوران ہی بیوت الحمد کمیٹی ربوہ کی طرف سے ۲۰۰ صد نادار خاندانوں کو گھروں کی تعمیر کے لئے جزوی مالی امداد فراہم کرنے کے علاوہ دار الہجرت ربوہ میں ہی ایک وسیع و عریض رقبہ خرید کر اس پر مستحقین کے لئے ۱۰۰ نئے کوارٹرز کی تعمیر کے عظیم الشان منصوبہ کو عملی جامہ پہنایا گیا۔

اس کے بالمقابل جماعت احمدیہ بھارت کے بعض افراد کی طرف سے اس بابرکت تحریک میں پیش کئے گئے وعدوں سے اب تک صرف ۔/۳۴۲۲۴ روپے کی وصولی ہوئی ہے حالانکہ کئی بار اس تعلق میں تحریک کی جاچکی ہے۔

خاکسار ایک بار پھر دردمندانہ اپیل بھارت کے مخیر احباب کی خدمت میں کرتا ہے کہ حضور انور کی اس بابرکت تحریک میں دل کھول کر حصّہ لیں۔ قبل ازیں اس فنڈ میں جمع شدہ رقم سے بمنظوری حضور انور بھارت کی جماعتوں کے مختلف اشد ضرورت رکھنے والے افراد جماعت کی امداد کی گئی ہے۔ اور ابھی مزید مطالبات ضرورتمندوں کے موصول ہو رہے ہیں۔

اُمید ہے کہ اس بابرکت تحریک میں اپنا حصّہ ڈال کر ثواب کے بہترین موقع میں شامل ہوں گے اور اپنے وعدے محترم ناظر صاحب بیت المال آمد قادیان کو بھجوا کر ادائیگی فرمائیں گے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔

والسلام ۔ خاکسار

صدر بیوت الحمد کمیٹی بھارت

مجالس خدام الاحمدیہ آل اڑلیسہ کا سالانہ اجتماع

مجالس خدام الاحمدیہ اڑلیسہ کا سترہواں سالانہ اجتماع مورخہ ۹ر ۱۰ر فروری ۹۰ء کو جماعت احمدیہ سورو میں منعقد ہو رہا ہے تمام قائدین مجالس اڑلیسہ سے درخواست ہے کہ قائد علاقائی اڑلیسہ کی ہدایت کے مطابق اپنی مجلس کے نمائندگان کو اجتماع میں بھیج کر اس روحانی اجتماع کو کامیاب بنائیں۔

(صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت)

پس ہم اپنے کامل خلوص اور کامل عجز کے ساتھ تیرے حضور سجدہ ریز ہیں اور گریہ کناں ہیں۔ ان غلاموں کی۔ محمد مصطفیٰؐ کے غلاموں کی التجاؤں کو سن اور دنیا میں وہ پاک انقلاب برپا فرما جس کی خاطر تو نے ہمیں بھی قائم فرمایا ہے۔ وہ عظیم روحانی اور عالمی انقلاب برپا فرما اور ہمیں اپنی آنکھوں سے دکھا دے کہ وہ تیرے سارے وعدے سچے نکلے جو وعدے اس انقلاب سے تعلق رکھتے ہیں کہ جو "آخرین" کے ذریعے دنیا میں برپا ہوگا اور

وہ "آخرین" ہم ہیں اے ہمارے آقا تو نے ہمیں مبعوث فرمایا ہے

اس لئے اپنے وعدوں کی لاج رکھ اور ہمارے ہاتھوں وہ روحانی انقلاب برپا کر دے یعنی ہماری دعاؤں کے طفیل، جس انقلاب کے بغیر دنیا بچ نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ ہماری ان عاجزانہ دعاؤں کو سنے اور ہمیں توفیق بخشے۔

اس سلسلے میں ایک اور ضروری نصیحت ہے کہ دعا کے ساتھ مصیبتوں میں صدقات کا بھی حکم ہے۔ میں نے جب عالم اسلام کے موجودہ حالات پہ غور کیا تو

میری توجہ افریقہ کے ان بھوکوں کی طرف مبذول ہوئی

جو وسیع علاقوں میں جو کئی ملکوں پر پھیلے پڑے ہیں۔ ایتھوپیا میں بھی، صومالیہ میں بھی، سوڈان میں بھی، چاڈ میں بھی، بہت سے ممالک میں کثرت کے ساتھ انتہائی بھوک سے مر رہی ہے اور انسان کو بحیثیت انسان ان کی کوئی فکر نہیں۔ اگر کچھ فکر ہے تو اہل مغرب نے کی ہے۔ ان کے ہاں ایسے پروگرام میں نے دیکھے ہیں جن کے نتیجے میں ان بھوکوں، ننگوں، ان یتیموں، ان فاقہ کشوں، ان بیماری میں مبتلا دکھتے ہوئے پنجروں کی تصویر بنا آئے اور ان کی خاطر لوگ کچھ قربانیاں پیش کریں لیکن وہ تیل سے دولت مند کی گئی طاقتیں جن کے پاس تیل کے نتیجے میں دولتوں کے پہاڑ اکٹھے ہو چکے ہیں، وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم کی طرف منسوب ہونے کے باوجود آپ کے پیغام کی روح کو بھلا بیٹھے ہیں اور ان کو کبھی خیال نہیں آتا کہ ہمارے ہمسائے میں بعض غریب افریقن ملک کس طرح فاقہ کشی کا شکار ہیں۔

سعودی عرب ہے یا عراق ہے یا دوسری مسلمان طاقتیں،

کویت ہو یا بحرین ہو یا شیخڈم کی اور ریاستیں ہوں

خدا تعالیٰ نے ایک لمبے عرصہ تک ان کو بڑی بڑی دولتوں کا مالک بنائے رکھا ہے اور اس کے ہوتے ہوئے باوجود اتنی خوراک ہونے کے کہ وہ سنبھالی نہیں جاتی۔ دور تو دور سوڈان اپنے ساتھ کے ہمسائے جو مسلمان بھی ہیں وہ فاقوں کا شکار ہو رہے ہیں اور ان میں کوئی حرکت پیدا نہیں ہو رہی۔ کسی کو خیال نہیں آیا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم کے دین کی تو امتیازی شان یہ تھی۔ جب آپ کی سیرت کی باتیں کی جائیں تو سب سے زیادہ خدا کی محبت کے بعد بنی نوع انسان کی محبت اور غریب کی محبت ہے جو انسان کے سامنے سیرت محمد مصطفیٰؐ کے روشن ہیولے کی طرح ابھرتی ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم کا نام انسان کے ذہن میں آئے اور غریبوں کے ساتھ آپ کی ہمدردی اور ان کے ساتھ تمام عمر شفقت اور رحمت کا سلوک اچانک انسان کی نظر کو خیرہ نہ کر دے۔ محمد مصطفیٰؐ کی روشنی میں غریب کی ہمدردی کی روشنی شامل ہے۔

ایک موقعہ پہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم نے فرمایا کہ

اگر تم نے مجھے تلاش کرنا ہو تو غریبوں میں تلاش کرنا

قیامت کے دن میں درویشوں میں ہوں گا۔ غریبوں میں ہوں گا اور فرمایا ان کا خیال کرنا کیونکہ تمہاری رونقیں اور تمہاری دولتیں غریبوں کی وجہ سے ہیں۔ انہیں کی محنتیں ہیں جو رنگ لاتی ہیں اور پھر وہ تمہاری دولتوں میں تبدیل ہوتی ہیں۔ کم سے کم اتنا تو کرو کہ ان سے شفقت اور محبت اور ہمدردی کا سلوک کرو۔ پس حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم بلا شبہ تمام کائنات میں سب سے زیادہ غریبوں کے ہمدرد تھے اور آپ کے نام پر، آپ کے نام کے صدقے خدا سے دولتیں پانے کے بعد اور دولتوں کے پہاڑ حاصل کرنے کے بعد اپنے ہمسایہ ملکوں میں غربت کے اتھاہ گڑھوں کی طرف دیکھنا اور دل رحم کے جذبے سے مغلوب نہ ہو جانا یہ کوئی انسانیت نہیں ہے۔

اگر یہ مسلمان ممالک

دعا کی طرف متوجہ رہتے اور بنی نوع انسان کی ہمدردی کی طرف متوجہ رہتے تو میں یقین رکھتا ہوں کہ آج اس بڑے خوفناک ابتلاء میں مبتلا نہ کئے جاتے۔ پس ہم اپنی غربت کے باوجود ہر نیکی کے میدان میں ان کے لئے نمونے دکھاتے ہیں۔ اس میدان میں بھی ہم نمونے دکھائیں گے۔ پس دعائیں کریں اور ان کو دعاؤں کی تلقین کریں صدقے دیں اور ان کو صدقوں کی تلقین کریں۔ صبر کریں اور ان کو صبر کی تلقین کریں کیونکہ قرآن کریم کی سورتوں سے پتہ چلتا ہے کہ آخری زمانے میں وہی لوگ فتح یاب ہوں گے کہ جن کے متعلق فرمایا۔

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ [1]

کہ وہ صبر کی تلقین صبر کے ساتھ کیا کرتے تھے یا کیا کریں گے اور رحمت کی تلقین رحمت کے ساتھ کرتے تھے پس

میں نے فیصلہ کیا ہے کہ دس ہزار پاؤنڈ جو ایک بہت معمولی رقم ہے جماعت کی طرف افریقہ کے بھوکے تباہ حال ممالک کیلئے پیش کر دوں

اور حسب توفیق ذاتی طور پر بھی پیش کروں گا اور ساری جماعت بحیثیت جماعت بھی کچھ نہ کچھ صدقہ نکالے یعنی جماعت کے ایسے فنڈ ہوتے ہیں جن میں صدقات یا زکوٰۃ وغیرہ کی رقمیں ہوتی ہیں۔ کچھ تو لازماً مقامی غریبوں پر خرچ کرنی پڑتی ہیں، کچھ ایسی بھی ہوتی ہیں جو اس کے علاوہ بچ جاتی ہیں، وہ عفو کہلا سکتی ہیں تو قرآن کریم فرماتا ہے۔ يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ [2] تو اس عفو کا ایک یہ بھی معنی ہے کہ جو کچھ تمہارے پاس اخراجات میں سے بچ سکتا ہے وہ بچاؤ اور غرباء کی خدمت پر خرچ کرو یعنی اور علاقوں والے غرباء کی خدمت پر بھی خرچ کرو اور اسی طرح ذاتی طور پر اگرچہ جماعت کی ساری دولت خدا ہی کی دولت ہے اور خدا ہی کی خاطر نیک کام پر خرچ ہوتی ہے لیکن ایک یہ بھی میدان خدا ہی کی خاطر خرچ کرنے کا میدان ہے۔ پس میں کوئی معین تحریک نہیں کرتا مگر یہ تحریک کرتا ہوں کہ خالصۃً اس نیت کے ساتھ کہ

ہمارے ان صدقوں کو اللہ تعالیٰ امن عالم کے حق میں قبول فرمائے

اور مسلمانوں کے مصائب دور کرنے کے لئے قبول فرمائے اور ہماری دعائیں بھی ان دکھ بھری باتوں کے لئے وقف رہیں اور ہمارے صدقے بھی جس حد تک ہمیں توفیق ہے ان نیک کاموں پر خرچ ہوں

[1] سورۃ البلد: آیت ۱۸ [2] سورۃ البقرہ: آیت ۲۲۰

محترم غلام احمد صاحب چغتائی مرحوم آف لندن کا ذکرِ خیر

اِک دِیا اور بجھا۔ اور بڑھی تاریکی

احاطہ مشن ہاؤس (لندن) میں داخل ہی ہوا تھا کہ برادرم مکرم چوہدری مبارک صاحب نے یہ اندوہناک خبر سنائی کہ "چغتائی صاحب چل بسے"۔ اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ قدم وہیں جم گئے۔ اور دل ٹھہر ٹھہر سا گیا۔ غلام احمد۔ اور وہ یوں ملک عدم کو سدھار جائیں۔ ناممکن۔ مگر خبر سچ تھی۔ وہ بلبل ہزار داستان! کیسی خاموشی سے چلا گیا۔ موت کو یوں گلے لگا لیا۔ جیسے یہ کوئی بات ہی نہ تھی۔ بس السلام علیکم کہا۔ اور اِس دُنیا سے اُس دُنیا میں چلے گئے۔ واہ غلام احمد۔ ایسی جلدی۔ ایسی پھرتی۔

"دو کیا تیر انگرٹا تجو نہ مرتا کوئی دن اور" بچپن کا ساتھ۔ کھیلوں کے میدان میں مقابلہ جات۔ تتلیاں والی نہر پر ہیرا کیاں۔ تقسیم ملک کے ہنگامہ خیز معرکے۔ پھر ملک خداداد میں آمد۔ اور ملازمتیں۔ اور عجیب قدرت کے کرشمے۔ کہ اچانک ایک روز لندن میں ملاقات ہوگئی۔ اور پھر یہ ملاقات، ملاقاتوں میں بدل گئی۔ اور وہ ملاقاتیں جو بچپن کی معصومیت سے نکل کر اب جوانی کے ہنگاموں سے ہم آغوش ہو رہی تھیں۔ پیاری سی دوستی میں ڈھل گئی۔ اور پھر اُس دوستی "پر وقت" ہولے ہولے سنگھار کرتا رہا۔ اور وہ دوستی یارانے میں بدل گئی۔ اور وہ یارانہ آکاشِ محبت کی طرف مائلِ پرواز ہونا شروع ہوا۔ پینتیس ۳۵ سال کا لمبا عرصہ۔ گھڑیوں میں گذر گیا۔ اور اب وہ یادیں قصّۂ ماضی بن گئیں۔ حسرت بن گئیں۔

غلام احمد چغتائی کی کن کن خوبیاں کا ذکر کروں۔ کہاں سے ابتداء کروں۔ بس یہ جانتا ہوں کہ وہ یاروں کا یار۔ بے حد دلفگار۔ مہمان نواز۔ ہنس مکھ ایسا کہ میرے ہر لطیفہ پر کھکھلا کر اور دل کھول کر ہنسنے والا۔ بعض دفعہ تو مجھے پوچھنا پڑتا کہ "جیسے چغتائی

(G.A. CHUGHTAI) تجھے بعض دفعہ شبہ ہوتا ہے کہ تمہارا اس بے باکی سے ہنسنا واقعی لطیفے کا تقاضہ ہے یا مجھ پر ہنس رہے ہو۔ فوراً گلے لگا کہنا کہ نہیں یار منصور! تمہاری باتیں ہی ایسی ہیں۔ کہ مجھے اس پر بہت ہنسی آتی ہے۔ اور میں یہ بات سُن کر ایمان لے آتا۔

خدمت دین کی بھی پھر اور توفیق ملی۔ پہلے خدام الاحمدیہ کی مجلس عاملہ میں۔ اور پھر ترقی پا کر مجلس عاملہ یو۔ کے میں شمولیت سیکرٹری وقارِ عمل سیکرٹری تبلیغ اور نہ جانے کیا کیا خدمتیں کرنے میں مسرت جانی حضرت اقدس امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے لندن آجانے پر تو پھر مسجد کے ہو گئے۔ باوجود یہ کہ کچھ عرصہ پہلے "BY PASS" ہوا تھا۔ مگر اُس کی پرواہ کئے بغیر دن رات حضور اقدس کی خدمت میں حاضر رہنا اور ٹیلیفون ایکسچینج۔ اور غلام احمد چغتائی بس ایک ہو گئے۔ دُنیا بھر کے ٹیلیفون آنے شروع ہو گئے۔ اور غلام احمد نے نہایت عمدگی سے درست پیغام حضور اقدس کی خدمت میں پیش کرنے شروع کئے (اس فریضہ کی اہمیت کا اندازہ صرف دانشور ہی لگا سکتے ہیں۔)

مجال ہے کہ اس اہم فریضہ میں رتی بھر بھی کوتاہی ہوئی ہو۔ چوک ہوئی ہو۔ اور پھر خوش قسمت سے آقا بھی ایسے پیارے میسّر آئے کہ جو ذرا ذرا سی خدمت کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے رہے اور سراہتے رہے۔ "جب ہمارے گلاسگو مشن کا افتتاح تھا۔ حضور اقدس نے از راہِ شفقت انہیں ہمرکاب کیا۔ خاکسار بھی گلاسگو گیا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر بڑے فخریہ انداز میں کہا کہ "میں قافلے کے ساتھ آیا ہوں" اور منتظر رہے۔ کہ میں کیا جواب دیتا ہوں۔ میں نے بھی ذرا چھیڑنے کی خاطر خاموشی اختیار کی اور یہ احساس دلایا۔ جیسے میں نے سُنا ہی نہیں۔ اُدھر غلام احمد کا یہ حال کہ وہ میری خاموشی کو برداشت نہ کر پا رہے تھے۔ اور تقریباً جھنجوڑ کر کہا کہ میں قافلے کے ساتھ آیا ہوں۔ اب میرے لئے کوئی چارہ کار نہ تھا کہ میں اُن کی مسرت کی گھڑیوں میں شرکت نہ کرتا۔ چنانچہ میں نے اُن کی قسمت پر رشک کرتے ہوئے پھر پور مبارک باد دی۔ تب اُنہیں تسلی ہوئی۔ اور کہنے لگے کہ "آج میں تیرے توں ودّھ مبر لے گیا واں" جس پر میں نے عرض کی کہ جیسے چغتائی! تم تو مجھ سے کوسوں بڑھے ہوئے ہو۔ میرے یہ نصیب کہاں! کہ خلیفۂ وقت کے قافلے کا فرد بن سکوں۔ میں تو اُس کارواں کی دُھول بھی نہیں۔ اُس روز اُن کی خوشی قابل دید تھی۔

اللہ تعالیٰ کے بے شمار فضلوں میں سے اُن پر یہ بہت بڑا فضل تھا۔ کہ خدا تعالیٰ نے اُنہیں ایک ایسی رفیقۂ حیات بخشی جو اُن کی محبت میں۔ اور وہ بیگم کی اُلفت میں سرشار رہتے۔ غلام احمد اُن کی دُنیا تھے۔ اُس دُنیا میں وہ دونوں بہت خوش تھے۔ اور ایک دوسرے کی عزت کرتے۔ اس لمبے عرصے میں مجھے ایسا کوئی لمحہ یاد نہیں کہ انہوں نے ہماری بھابی کے بارے میں کوئی ایسی بات کہی ہو جو اُن کی عزت میں کمی کرتی ہو۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ جب بھی ازدواجی زندگی کے بارے میں دوستوں میں ذکر آیا۔ اُن کی خوبصورت اور موٹی آنکھیں قدرے جھک سی جاتیں۔ اور بے حد عزت سے وہ اُن کا ذکر کرتے۔ اُدھر بھابھی کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ بصیرت بخشی کہ انہوں نے اپنے شوہر کی ہر خوشی کو خوشی اور ہر دُکھ کو اپنا دُکھ سمجھا۔ اُن کے BY PASS آپریشن کے بعد تو انہوں نے حق خدمت اس طرح ادا کیا کہ مثال قائم کر دی۔ اُدھر برادرم غلام احمد کو بھی حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ قول بخوبی یاد تھا کہ "خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ"۔ چنانچہ انہوں نے بھی ہر ممکن انداز میں اس سنہری قول پر عمل پیرا ہونے کی پوری پوری کوشش کی۔ اور مجھے یقین کامل ہے کہ وہ اِس سعی مبارکہ میں کامران رہے ہیں۔

یہ اُسی محبت و پیار کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اولاد کی نعمت سے نوازا۔ اُن کی تینوں بیٹیاں اور بیٹا اُن کی یادگار ہیں۔ بیٹیوں کے پڑھانے میں بھی کسی قسم کی کمی نہ کی۔ بڑی بیٹی۔ بشریٰ۔ بفضل ایزدی گریجویٹ ہیں۔ شادی شدہ ہیں اور اپنے گھر میں خوش وخرم۔ باقی تینوں بچے ابھی زیر تعلیم ہیں۔ دینی اُمور میں بھی اُن بچوں کی شمولیت اِس بات کی غمازی کرتی ہے کہ والدین نے کما حقہ توجہ کی۔ اور بچوں کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کروایا۔ اور احمدیت کی خدمت کے لئے تیار کیا۔ حتیٰ کہ اُن کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تسنیم تو باقاعدہ طور پر ہماری ضیافت ٹیم کی سرگرم اور جوشیلی ممبر ہے۔ جماعت کے اہم اجتماعات میں مستورات سے رابطے کا واحد ذریعہ تسنیم ہی تو ہوتی ہے اور کسی کی مجال نہیں کہ اُس کے کام میں کوئی مخل ہو۔ الغرض جس بے لوث طریق سے خدمت دین کی "بابا رو" کو اپنی اولاد میں اُجاگر کیا۔

غلام احمد چغتائی میرے پیارے آقا کے بھی بہت قریب تھے۔ قادیان کے زمانہ طالب علمی میں اُنہیں حضرت اقدس کے کلاس فیلو ہونے کا فخر حاصل تھا۔ بہت محبت اور پیار سے اُس کا ذکر کرتے۔ اور جب صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب بفضل ایزدی مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے تو پرانا تعلق "آقا و غلام" میں بدل گیا۔ اور اس غلامی کو انہوں نے ایسے فخریہ انداز میں پورا کیا کہ آخر دم تک حضور اقدس کے قدموں میں رہے۔ حضور اقدس کی محبت کے کرشمے تو اَن گنت ہیں۔ مگر یہ تو ہم نے بھی دیکھا کہ جب بھی کوئی خوشی کا موقع آیا۔ خواہ وہ عیدین کے رنگ میں ہو یا کوئی اور ہنگامہ مسرت حضور اقدس کی طرف سے مٹھائی کے ڈبے برادرم غلام احمد کے حصے میں آئے

(باقی ملاحظہ فرمائیں صفحہ ۸ پر)

جماعت احمدیہ کیرلہ کے صوبائی نظام کے تحت

ہفتہ اخوتِ انسانی - اخبارات میں وسیع پیمانے پر چرچے

از محترم مولانا محمد عمر صاحب مبلغ انچارج صوبہ کیرلہ

ہندوستان میں اس وقت رونما ہوئے نامساعد حالات کے پیشِ نظر کیرلہ احمدیہ صوبائی سنٹرل کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا کہ کیرلہ کے طول وعرض میں ہفتۂ اخوتِ انسانی منایا جائے اور تو مقامات میں جہاں کشیدگی پائی جاتی ہے عام جلسے منعقد کرکے اسلام کی امن بخش تعلیمات اور اس زمانہ کے مامور من اللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام صلح پہنچایا جائے۔

اس پروگرام کے تحت مورخہ ۱۳ر دسمبر سنہ ۹۰ء سے لے کر مورخہ ۱۸ر دسمبر سنہ ۹۰ء کالی کٹ۔ ٹیلیچری۔ کاسرگوڑ۔ کوٹم پلی۔ پیرور۔ ترچور۔ ایرناکلم۔ اور کروناگپلی اس ہفتہ کا افتتاح کالی کٹ میں اور اختتام کروناگپلی میں ہوا۔ مکرم لے کیمو مسلم صاحب صوبائی سیکرٹری تبلیغ اس دورے میں ہمارے ساتھ اپنی موٹر کار کے ساتھ تھے تاکہ مبلغین اور مقررین کی آمد ورفت میں سہولت ہو۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

افتتاحی تقریب

مورخہ ۱۳ر دسمبر سنہ ۹۰ء بروز جمعرات کالی کٹ ٹاؤن ہال میں شام کے ۵½ بجے محترم ڈاکٹر لی منصور احمد صاحب صوبائی امیر کی زیر صدارت مکرم احمد سعید صاحب کی تلاوت قرآن مجید کے ساتھ جلسہ عام کا آغاز ہوا۔ مکرم پی ۸ ۰ کنجامو صاحب جنرل سیکرٹری صوبائی کمیٹی نے استقبالیہ خطاب کرتے ہوئے مقررین کا تعارف کروایا۔

سابق مرکزی وزیر کی افتتاحی تقریر

اس جلسہ عام کا افتتاح کرتے ہوئے سابق مرکزی وزیر شری ارانگل شری دھرن نے نہایت پُر از معلومات تقریر کی۔ ان کی تقریر یہاں کے دو کثیر الاشاعت اخبار کیرلہ کامورمی اور مالا یالہ منورما نے یوں رپورٹ کی ہے:

مسجدوں کے توڑنے کے دعویدار آئین ہند اور کسی بھی مذہب کو مانتے والے نہیں ہیں۔ بابری مسجد کو توڑ کر شری رام مندر بنانے سے ملک کا کوئی مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔ اگر آج مسجد کو توڑنے کا مطالبہ مان لیا جائے تو کشمیر اور پنجاب کے مسائل کو اسی نہج پر حل کیا جانا پڑے گا۔ انہوں نے بتایا کہ تمام اہل مذاہب کے درمیان اخوت اور محبت کا رجحان پیدا کرنا اس زمانہ کی ایک اہم ضرورت ہے۔ اس رجحان کے خلاف کی جانے والی ہر کارروائی کو ناکام بنا دینا ہر محب وطن کا فرض ہے۔ انہوں نے بتایا کہ اسلام ایک ایسا حسین مذہب ہے جس کی بنیاد نہایت شاندار معاشرتی اور اقتصادی نظام اور محبت انسانی پر مبنی ہے۔ اسی طرح ہندو مذہب کا پیغام بھی پیار و محبت کا ہے۔ ان دونوں مذاہب کے درمیان تصادم پیدا کرنے والی ہر طاقت کا مقابلہ کرنا ہمارا فرض ہے (کیرلہ کامورمی)

سابق مرکزی وزیر نے اپنی تقریر میں بتایا کہ اس صدی کے شروع میں جماعت احمدیہ کے بانی نے یہ بتایا تھا کہ ہندوستان کو پیش آمدہ تباہی سے بچانے کے لئے تمام پیشوایانِ مذاہب کا احترام نہایت ضروری ہے۔ واقعی آج بھی پیغام صلح کی پہلے کی نسبت بہت زیادہ ضرورت ہے (مالا یالہ منورما)

اس افتتاحی تقریر کے بعد محترم ڈاکٹر لی منصور احمد صاحب صدر جلسہ نے قومی یکجہتی اور مذہبی رواداری کے لئے جماعت احمدیہ کی عالمگیر سرگرمیوں کے بارے میں روشنی ڈالی۔

اس کے بعد تقاریر کا آغاز ہوا۔ سب سے پہلے شری ویریندر کمار ایم ایل اے سابق وزیر کیرلہ نے اپنی تقریر میں کہا کہ میں ایک عظیم مجاہد میں جس کی باگ ڈور جماعت احمدیہ نے اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔ شرکت کرنے کے لئے یہاں آیا ہوں۔ آج تباہی اور ہلاکت کی آواز ہی ساری دنیا میں گونج رہی ہے۔ یہ آواز ہندوستان میں مذہب کے نام پر اُن لوگوں کی طرف سے بلند کی جا رہی ہے۔ جو سیاسی مفاد کی خاطر اور اپنی خود غرضی کے لئے مذہب کی آڑ میں کام کر رہے ہیں۔ رام جنم بھومی اصل میں ایودھیا نہیں ہے بلکہ ہر وہ دل ہے جس میں رام نام کا ذکر کیا جاتا ہے آج ہندوستان میں رام کی آڑ لے کر رام کے نام کو بدنام کیا جا رہا ہے۔ رام کی ہرگز یہ تعلیم نہیں تھی کہ ان کے نام کی آڑ لے کر قتل و غارت کیا جائے۔ ہمیں خوشی ہے کہ جماعت احمدیہ پیشوایان مذاہب کی عزت واحترام کو قائم رکھتے ہوئے ایک پُر امن فضا قائم کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔

دوسری تقریر کیرلہ کے ایک عمر رسیدہ اور جہاں دیدہ جرنلسٹ اور شہرت یافتہ ادیب شری مورکوت کنجپا ایڈیٹر مالا یالہ منورما کی ہوئی۔ آپ نے اسلام اور ہندو مذہب کی پُر امن تعلیمات کا ذکر کرتے ہوئے ان مذاہب کی اصل تعلیمات سے دنیا کو روشناس کرنے کی ضرورت پر زور دیا اور بتایا کہ ہندوستان میں دائمی امن کے قیام کے لئے مختلف مذاہب کے پیروکاروں کو اپنے اپنے مذہب کے اصول اور تعلیم کو جان کر اس پر عمل کرنا ہی کافی ہے۔

تیسری تقریر شری وکشنا مورتی (ایڈیٹر دیشابھی مانی) کی ہوئی۔ آپ نے کہا کہ جب ہم یہاں اخوت انسانی اور اتحاد بین الاقوامی کے بارے میں تقریر کر رہے ہیں تو ہندوستان کے مختلف علاقوں میں مذہب کے نام پر قتل و خونریزی اور غارت گیری کا بازار گرم ہے۔ حالانکہ کوئی بھی مذہب منافرت کی تعلیم نہیں دیتا۔ لیکن آج ہندوستان میں مذہب اور فرقہ پرستی کے نام پر فسادات ہو رہے ہیں۔ اسی دیوانگی اور جنون نے ہی مہاتما گاندھی اور اندرا گاندھی کی جان لے لی تھی۔ اسی طرح ان مفاد پرستوں اور خود غرضوں کے پیدا کردہ فسادات سے ملک کے غریبوں کی ہی جان خطرے میں پڑتی ہے اور ملک میں برائیوں اور بے چینیوں کا اضافہ ہو رہا ہے۔ لہٰذا اس قسم کی زہریلی ذہنیتوں کے قلع قمع کرنے کے لئے مذہب کی صحیح تعلیمات سے عوام کو روشناس کرانے کی ضرورت ہے مقرر نے جماعت احمدیہ کے اس قسم کے اقدام کی سراہنا کی۔

چوتھی تقریر جناب عبدالرحمٰن صاحب (ایڈیٹر کیرلہ کامورمی) کی ہوئی۔ آپ نے موجودہ خطرناک حالات سے نپٹنے کے لئے اسلام کی امن بخش تعلیمات کا ذکر کرتے ہوئے اس سلسلہ میں سیدنا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نمونوں کو اپنانے کی تلقین کی۔ اس سلسلہ میں آپ نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے ایمان افروز واقعات سنائے۔

اس جلسہ کی پانچویں تقریر خاکسار کی ہوئی۔ خاکسار نے اس دور کے مامور من اللہ اور شہزادۂ امن کے پیغام صلح میں سے چیدہ چیدہ اقتباسات سنانے کے بعد بتایا کہ بعض ناعاقبت اندیش لیڈروں کی عصبیت اور منافرت کی وجہ سے پیدا شدہ زہریلی فضا کو ختم کرکے پُر امن فضا کے قیام کے لئے اس پیغام صلح کو اپنانے کی ضرورت ہے۔

اسلام تمام اہل مذاہب کو ہر مذہب کی بنیادی تعلیم یعنی توحید کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اسی طرح تمام مذاہب کے پیشواؤں کی اور تمام مذاہب کی عبادت گاہوں کی عزت واحترام کو قائم کرنا ہر مذہب کے سچے پیروکاروں کی ضرورت ہے۔ ان ہر دو امور کی طرف توجہ دی جائے تو ہمیں قومی یکجہتی اور اخوت انسانی کی فضا قائم کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔

آخری تقریر مکرم مولوی محمد یوسف صاحب کی ہوئی۔ آپ نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کی تشریح کرتے ہوئے اسلام کی پُر امن اور سلامتی والی تعلیمات پر روشنی ڈالی۔ محترم صدر صاحب کے صدارتی خطاب اور مکرم لے کیمو مسلم صاحب کے شکریہ کی ادائیگی کے بعد یہ جلسہ نہایت شاندار رنگ میں اختتام پذیر ہوا۔

یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ جلسہ کے شروع سے لیکر آخر تک ٹاؤن ہال کے اندر اور باہر لوگوں کا بہت بڑا ہجوم تھا۔ ٹاؤن ہال میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ اس جلسہ کی رپورٹ کیرلہ کے قریباً تمام اخبارات نے خاص کر ماتر بھومی۔ مالا یالہ منورما اور کیرلہ کامورمی نے تصاویر کے ساتھ بہت اہمیت دے کر شائع کی تھی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس جلسہ کے دور رس نتائج پیدا فرمائے۔ آمین۔

دوسری و آخری قسط

قادیان دارالامان میں جماعت احمدیہ کے ۹۹ ویں جلسہ سالانہ کا پُروقار انعقاد

تقسیم انعامات طلائی تمغہ

اس کے بعد محترم صاحبزادہ صاحب نے امسال اعلیٰ تعلیم میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے والے دو مندرجہ ذیل فارغ التحصیل ڈاکٹروں کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی ایک تحریک کی روشنی میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے طلائی تمغہ جات عنایت فرمائے۔

۱۔ مکرم ڈاکٹر بشارت احمد صاحب سیفی اسلام آباد کشمیر

۲۔ مکرم ڈاکٹر مبشر یونس صاحب آف بھاگلپور بہار۔

نظم

اس کے بعد مکرم مولانا مغفور احمد صاحب منیر مربی سلسلہ احمدیہ نے حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کی ایک نظم خوش الحانی سے سنائی۔

ہم تو ملیں گے متوالو! دیر ہے کیا یا برسوں کی
تم دیکھو گے کہ آنکھیں ٹھنڈی ہونگی دید کے ترسوں کی

حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کی اس نظم کے ہر مصرعہ کے سنائے جاتے وقت ساری جلسہ گاہ فلک شگاف اسلامی نعروں اور اھلاً و سھلاً و مرحبا کی آوازوں سے گونج اٹھی۔ یہ نظم سنائے جانے سے قبل مکرم مولانا قمر صاحب نے اپنا ایک شعر سنایا کہ

ٹھہر اسے پیک اجل حسرت دیدار تو دیکھ
میرے محبوب کو لندن سے تو آلینے دو

محترم صاحبزادہ صاحب کا خطاب

آخر میں محترم صاحب صدر جلسہ نے اپنے خطاب سے قبل سال رواں میں فوت شدہ موصیوں کے اسماء گرامی پڑھ کر سنائے۔ اس کے بعد آپ نے جماعت احمدیہ کی اکناف عالم میں روز افزوں ترقیات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ محترم ملک صلاح الدین صاحب کی تقریر سے آپ سن چکے ہیں کہ ابتدائی دنوں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کس قسم کی کسمپرسی سے دوچار ہونا پڑا تھا حتیٰ کہ دس بیس روپیہ کے لئے بھی آپ کو سلسلہ کی خاطر تحریک کرنی پڑتی تھی۔ اس کے بالمقابل اللہ تعالیٰ نے جماعت کو اتنا سب کچھ عنایت فرمایا کہ جس کا شمار ہی نہیں کیا جا سکتا جب محترم ملک صاحب یہ واقعہ سنا رہے تھے تو مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا وہ واقعہ یاد آ رہا تھا جب کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پسے ہوئے آٹے کی روٹی آپ کو دی گئی تھی اور آپ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی حالت یاد کر کے وہ کھا نہیں سکیں تھیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ جب خلافت پر متمکن ہوئے تو خزانہ میں صرف ۱۸ آنے پیسے تھے۔ لیکن آج ۱۹۹۰ء کا ہمارا بجٹ جو صرف لازمی چندہ جات کا ہے ۳۴ کروڑ ۹۶ لاکھ ہے ایک زمانہ ایسا تھا جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتابوں میں چار آنے۔ ایک روپیہ وغیرہ چندہ دینے والوں کا نام شائع فرمایا کرتے تھے اور یہ نام قیامت تک زندہ رہیں گے جب تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب دنیا میں ہونگی اس کے بالمقابل آج بہت سے احمدی لکھوکھہا روپے چندے دیتے ہیں۔

آپ نے جلسہ سالانہ کے انعقاد کے سلسلہ میں حکام کی طرف سے بھرپور تعاون کرنے پر دل سے شکریہ ادا کیا۔ اسی طرح پاکستان کے قافلہ کی سہولت کے لئے جن جن افسران نے جس رنگ میں بھی تعاون کیا ہے ان سب کا جماعت کی طرف سے بہت شکریہ ادا کیا۔

محترم صاحبزادہ صاحب نے نہایت جذبات سے پُر اور نہایت مؤثر انداز میں اگلے سال یعنی صد سالہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ہمارے پیارے امام حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ کی خواہش شرکت کی تکمیل کے لئے دعا کی درخواست کی اور بتایا کہ میں حکومت ہند کو بتانا چاہتا ہوں کہ تقسیم ہند کے بعد پہلی دفعہ ہمارے آقا ایک خلیفہ ہندوستان آنا چاہتے ہیں۔ یہ ہندوستان اور اس کی حکومت کے لئے نہایت خوش قسمتی کا موقعہ میسر آ رہا ہے۔ اگر حکومت ہند جماعت احمدیہ کے امام کو خوش آمدید کہنے کو تیار ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اس رنگ میں نازل ہوگا جس کا تصور بھی حکومت کر نہیں سکتی۔ آپ کی قسمت کے دروازے چاروں طرف سے کھول دئیے جائیں گے۔ آپ احباب کرام یہ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ایسے حالات پیدا فرمائے اور حکام بالا کے دلوں کو کھول دے کہ ہمارے پیارے آقا اگلے جلسہ سالانہ میں ہمارے درمیان رونق افروز ہوں۔

آپ نے آخر میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب میں سے نہایت ایمان افروز اقتباسات اور پیشگوئیوں کے پورا ہونے کے واقعات نہایت پُر زور الفاظ میں بیان فرمائے اور بتایا کہ پچھلے سال کینیڈا میں منعقد صد سالہ تقریب کے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے ایک ممبر آف پارلیمنٹ نے حضرت مسیح موعود کی تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس شخص نے آج سے ایک سو سال قبل یہ خدا کی بشارت سنائی تھی کہ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ اے مرزا غلام احمد! آپ کی یہ پیشگوئی بہترین رنگ میں پوری ہوئی ہے۔ اور آپ یقیناً سچے ہیں۔

اس کے بعد محترم صاحبزادہ صاحب نے نہایت پُر درد اجتماعی دعا کروائی۔ اس وقت جلسہ گاہ کی کیفیت ناقابل بیان انداز میں بدلی ہوئی تھی۔ ہم اس کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ جلسہ گاہ کچھ سسکیوں اور رونے کی آواز سے پُر تھی بلکہ ہر ایک مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہا تھا۔ انتہائی پُر درد دعاؤں کی آوازوں نے خدا تعالیٰ کے عرش کو بھی ہلا کر رکھ دیا ہوگا۔ جونہی دعا کے بعد جلسہ سالانہ کے اختتام کا اعلان ہوا تو سارے مجمع نے کھڑے ہو کر نعرہ تکبیر اور کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ اور درود شریف اور دیگر اسلامی نعرے لگوائے کہ ہم سب حیران ہو کر کھڑے رہ گئے۔

اس کے بعد تمام احباب خاص کر پاکستان سے تشریف لائے ہوئے احمدیوں نے بھی نعرہ نہایت زور دار آوازوں میں لگاتے ہوئے جلوس کی شکل میں جلسہ گاہ سے مسجد اقصیٰ کی طرف روانہ ہوئے کہ قادیان کی گلیوں نے ایک ایسا نظارہ دیکھا کہ اس سے پہلے ایسا نظارہ قادیان میں دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔

ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ایک مضبوط بند ٹوٹ گیا تھا۔ اور لوگ بے قابو ہو کر نعروں کی آوازوں میں بہے جا رہے ہیں! اس وقت کوئی کہہ رہا تھا کہ کاش یہ کلمہ کی آوازیں پاکستان کے اسلام آباد تک پہنچ جائیں اور وہاں کے حکام بالا اور ملاؤں کے کانوں کے پردے پھاڑ دیں۔

دیگر

۵۔ مورخہ ۲۷ دسمبر بروز جمعرات بعد نماز مغرب و عشاء محترم صاحبزادہ صاحب نے ۶۳ نکاحوں کا اسی طرح مورخہ ۲۹ دسمبر بروز ہفتہ بعد نماز ظہر و عصر ۹۰ نکاحوں کا اعلان فرمایا۔ آنمحترم نے مسنونہ آیات کی تلاوت کرنے کے بعد فرمایا کہ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ ان دنوں جماعت کو تقویٰ اللہ اختیار کرنے کی طرف زیادہ توجہ دلا رہے ہیں۔ یہ ایک طبعی امر ہے کہ زمانہ نبوت سے بُعد کے ساتھ ساتھ اگلی نسلوں میں مرور زمانہ کی وجہ سے مختلف کمزوریاں پیدا ہوتی رہتی ہیں اس لئے ضروری ہے کہ اگلی نسلوں کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف بار بار توجہ دلائی جاتی رہے تا انسانی زندگی میں تبدیلی پیدا کرنے کے لئے تقویٰ کے وہ تمام مضامین جو قرآن مجید سے بیان ہوتے ہیں ان سے آگاہ ہوں

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے
اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

کے تحت ہم کوشش کریں تو جماعت کے قیام کی غرض پوری ہو جاتی ہے۔

آپ نے بتایا کہ جماعت احمدیہ کے مستقبل کے بارے میں پیشگوئیاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمائی ہیں ان کو بروئے کار لانے کے لئے بہت کوشش کی ضرورت ہے اس پہلو سے ضروری ہے کہ بار بار اس امر کی تلقین کی جاتی رہے (باقی صفحہ ۱۵ پر)

احمدیت کی دوسری صدی کا دوسرا جلسہ سالانہ

احمدی مستورات کا خالصتاً روحانی ماحول میں علمی و دینی پروگرام

از شعبہ رپورٹ لجنہ اماء اللہ بھارت

الحمد للہ کہ احمدیت کی دوسری صدی کا دوسرا جلسہ سالانہ نہایت کامیابی کے ساتھ مورخہ ۲۶ - ۲۷ - ۲۸ دسمبر کو قادیان دارالامان میں منعقد ہوا پہلے دن کا پہلے وقت کا پروگرام مردانہ جلسہ گاہ سے سُنا گیا - اور دعا میں شرکت کی گئی -

دوپہر کے وقت ٹھیک اڑھائی بجے محترمہ سیدہ امۃ القدوس بیگم صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ بھارت کی صدارت میں اجلاس کی کارروائی کا آغاز ہوا۔ تلاوت قرآن کریم مع ترجمہ محترمہ امۃ الرحمٰن صاحبہ خادم نے کی۔ اس کے بعد محترمہ امۃ المصبور صاحبہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام "قدرت ثنا اسی کو جو ذات جاودانی" خوش الحانی سے پڑھا

سب سے پہلی تقریر محترمہ صادقہ خاتون صاحبہ نائب صدر لجنہ اماء اللہ بھارت کی تھی آپ کی تقریر کا عنوان تھا - اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور اسلام کا مستقبل۔ آپ نے ۱۹ ویں صدی کے آخر میں اسلام کی حالت زار کا تفصیلی ذکر کیا۔ اس وقت اسلام دین اور دنیا دونوں لحاظ سے دشمنوں کے نرغے میں تھا۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عاشق صادق نے اسلام کی ترقی کے لئے اللہ تعالےٰ سے دعائیں کیں اور اللہ تعالےٰ نے اسلام کو دوسرے مذاہب پر غالب کرنے کے لئے آپ کو مبعوث فرمایا۔ لیکن اللہ تعالےٰ کی قدیم سنت کے مطابق آپ کو مخالفتوں اور اعتراضات کے طوفان سے گزرنا پڑا اور آپ ان تمام مخالفتوں میں سے نہایت کامیابی سے گزرتے چلے گئے۔ محترمہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی دو اہم اغراض کا ذکر کیا۔

اوّل قرآن شریف کے معارف بیان کئے اور ان اعتراضات کو رد کیا جو اسلام پر کئے جاتے تھے اس کے لئے آپ نے ایسا عظیم کلام پیش کیا جس کو نہ صرف اپنوں نے بلکہ غیروں نے بھی سراہا۔

دوسرا اہم کام ایک مضبوط اور فعال جماعت کا قیام ہے آج یہ جماعت ۱۲۴ ملکوں میں تعلیمی اور تربیتی کام سرانجام دے رہی ہے۔ اسلام کی نشأۃ ثانیہ میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے قائم ہونے والی جماعت آج ایک تناور درخت بن گئی ہے اپنی تقریر کے آخر میں محترمہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی کا ایک اقتباس پیش کیا۔

اس جلسہ کی دوسری تقریر محترمہ شیریں باسط صاحبہ صوبائی صدر اڑیسہ کی تھی عنوان تھا "آزادی نسواں کا تصور اور اسلام کا نقطہ نظر"۔ محترمہ نے موجودہ زمانہ میں دنیا میں پھیلی افراتفری اور بے چینی کے لئے عورتوں کو ذمہ دار قرار دیا کیونکہ اگر عورت بے راہ روی کا شکار ہوگی تو اس کی گود میں پلنے والے بچے بھی اسی راہ پر چلنے والے ہونگے۔

اپنی تقریر کے دوسرے حصّہ میں محترمہ نے بتایا کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے عورت کو بلند مقام عطا کیا ہے اسلام نے برملا اعلان کیا کہ روحانی ترقی کے لحاظ سے مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔ نیز عورتوں کی کمزوریوں کو دھیان میں رکھتے ہوئے مردوں پر زیادہ ذمہ داریاں ڈالی ہیں۔ تربیت اولاد کیلئے مردوں کے مقابل عورتوں پر زیادہ ذمہ داری ڈالی ہے۔ آخر میں محترمہ نے بتایا کہ آج آزادئ نسواں کے دعویٰ کرنے والے اس سلسلے میں کوئی مثبت کردار ادا نہیں کر رہے اس سلسلہ میں محترمہ نے کئی مثالیں بیان کیں اور ثابت کیا صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو صحیح معنوں میں عورت کے حقوق کی حفاظت کر سکتا ہے۔ بعد ازیں محترمہ منصورہ عصمت صاحبہ آف فرانس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام سنا کر۔

"اسلام سے نہ بھاگو راہ ھدیٰ یہی ہے" حاضرات کو محظوظ کیا۔

بعد ازاں محترمہ سیدہ امۃ القدوس بیگم صاحبہ نے زیر عنوان "جماعت احمدیہ اور خدمت قرآن کے دلکش پہلو" تقریر کی۔ محترمہ نے قرآن شریف کی آیات سورۃ مائدہ آیت ۵ سورۃ واقعہ آیت ۵۹ سورۃ حجر آیت ۱۵ پیش کرتے ہوئے بتایا کہ قرآن شریف ہی خدا کی اکمل کتاب ہے۔ آنحضرت ؐ کے زمانہ میں قرآن شریف کو آپ کے اسوہ کے ذریعہ لوگوں تک پہنچایا گیا موجودہ زمانہ میں اس پاک کلام کو مختلف زبانوں کے ذریعہ دنیا کے تمام لوگوں تک پہنچانے کا کام آپ کے روحانی فرزند حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ انجام پایا۔

بعدہ آپ کے خلفاء کے ذریعہ خدمت قرآن انجام دی گئی حضرت خلیفہ اوّل رضی نے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی کے نہایت پُر معارف درس القرآن سے ہزاروں لوگ مستفید ہوئے۔ اسی طرح حضرت مصلح موعود رضی کی تفاسیر قرآنی غیروں سے بھی خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحؒ کے ذریعہ اشاعت قرآن کا تفصیلی ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ آپ کے زمانہ میں دو سال کے اندر ایک لاکھ قرآن کریم کے نسخے دنیا میں تقسیم کئے گئے۔ اور موجودہ دور میں جدید ذرائع سے کی جانے والی خدمت قرآن کا ذکر کیا اور بتایا کہ ۵۲ زبانوں میں قرآن کریم کا ترجمہ کیا جا چکا ہے اور اس کی مثال دنیا کی امیر ترین حکومتیں بھی نہیں دے سکتیں

اس کے بعد محمودہ بیگم صاحبہ - حیدر آباد (پاکستان) نے ایک پُر درد پنجابی نظم پیش کی اور جلسہ کی کارروائی ختم ہوئی۔

دوسرے دن کا پہلا اجلاس

دوسرے دن جلسہ کی کارروائی ٹھیک ۱۰ بجے زیر صدارت محترمہ صادقہ خاتون صاحبہ نائب صدر لجنہ اماء اللہ بھارت شروع ہوئی محترمہ شاہینہ مرزا صاحبہ کی تلاوت قرآن کریم مع ترجمہ کے بعد نظم

علیک الصلوٰۃ علیک السلام

محترمہ طیبہ صدیقہ صاحبہ نے پیش کی دوسرے دن کی پہلی تقریر محترمہ معراج سلطانہ صاحبہ نائب صدر لجنہ اماء اللہ قادیان نے کی آپ کی تقریر کا عنوان تھا "آنحضرت ؐ کے احسانات طبقہ نسواں پر"۔ آپ نے اسلام کے ظہور میں آنے سے قبل عرب اور تمام دنیا میں عورتوں کی بدترین حالت کا تفصیلی ذکر کرتے ہوئے آنحضرت ؐ کی بعثت کے بعد عورتوں کی حالت میں جو نمایاں تبدیلی آئی اس کو تفصیل سے بیان کیا نیز موجودہ زمانہ میں آنحضرت ؐ کے فرزند روحانی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وہی نمونہ ہمارے سامنے رکھا اس سلسلہ میں محترمہ نے خلفائے کرام کے رویہ کا بھی ذکر کیا۔

"دوسری صدی میں ہماری ذمہ داریاں"

اس عنوان پر محترمہ فوزیہ مبشر صاحبہ ہبلی نے تقریر کی آپ نے بتایا کہ کسی کی ذمہ داریوں کا پتہ اس کے مقاصد سے چلتا ہے اور ہماری زندگیوں کا مقصد قرآن شریف نے یہ بیان کیا ہے کہ ہمیں تمام دنیا کی بھلائی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اچھے اور معروف کام کریں۔ نرم زبان اختیار کریں۔ غرباء کی دیکھ بھال کریں۔ غیبت اور تجسس سے بچیں۔ تبلیغ اسلام کریں اور اولاد کی بہترین تربیت کریں اور دین کے مسائل سے اپنے بچوں کو واقف کریں۔

ازاں بعد محترمہ حسینہ رفعت صاحبہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا منظوم کلام "اے مجھے اپنا پرستار بنانے والے" خوش الحانی سے پڑھا۔

بعدہ محترمہ عقیلہ عفت صاحبہ کی تقریر ہوئی آپ کی تقریر کا عنوان تھا۔

"اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْب"

محترمہ نے قرآن مجید سے دعا کی اہمیت ثابت کرتے ہوئے بتایا کہ دعا قبول ہونے کے لئے مسلمان ہونا ضروری نہیں بلکہ کسی بھی مذہب کے انسان کی دعا قبول ہو سکتی ہے ہاں اس کے لئے دل میں

اضطراب اور بےچینی کا ہونا ضروری ہے البتہ خدا کے نبیوں، ایلچیوں اور برگزیدہ لوگوں کی مخالفت میں دعا قبول نہیں ہوتی۔ جب کوئی انسان بے چینی کے عالم میں خدا کے دروازے پر گر جاتا ہے خدا تعالیٰ اس کی پکار کو سنتا ہے لیکن پکار کے قبول ہونے کے لئے بھی دو شرطیں ہیں اوّل اللہ فرماتا ہے یہ کہ میں اس کی پکار سنتا ہوں جو میری پکار سنے دوم یہ کہ جو مجھ پر یقین رکھتا ہو یعنی دعا کے قبول ہونے کے لئے اللہ پر کامل ایمان اور صبر کا ہونا ضروری ہے اس سلسلے میں محترمہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قبولیت دعا کے بارے ایک اقتباس پیش کیا۔

ازاں بعد دہلی سے جلسہ سالانہ پر تشریف لانے والی ایک ہندو ڈاکٹر منجو جو زیر تبلیغ ہیں نے جماعت احمدیہ کے بارے اپنے تاثرات پیش کئے سب سے پہلے آپ نے جلسہ میں شمولیت کی توفیق ملنے پر خدا کا شکر ادا کیا آپ نے مذہب میں اپنی دلچسپی کا اظہار کیا نیز احمدیت سے واقفیت کا ذکر کرتے ہوئے تجربہ میں آنے والی احمدیت کی خوبیوں کا ذکر کیا اس کے علاوہ محترمہ نے پاکستان میں احمدیوں پر ہونے والے ظلم و ستم کی مذمت کی اور بتایا کہ آج دنیا میں اگر ہر آدمی احمدیت کے اصولوں کو اپنا لے تو دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے۔

ازاں بعد "مبلغین کرام اور شہدائے احمدیت کی بے مثال قربانیاں" کے زیر عنوان محترمہ بشریٰ طیبہ صاحبہ عوری نے تقریر کی محترمہ نے بتایا کہ احمدیت کا ماضی جس قدر روشن تھا حال اس سے بھی زیادہ روشن ہے اس میں ہمارے بزرگوں کی قربانیوں کی جھلک نظر آتی ہے ہماری تاریخ میں ایسے بے شمار مبلغ ہیں جنہوں نے اپنی زندگیاں احمدیت پر قربان کر دیں اس تعلق سے محترمہ نے اندرون اور بیرون ملک جماعت کے مبلغین میں سے چند کی قربانیوں کا ذکر کیا نیز شہدائے احمدیت میں سے بھی چند شہداء کی شہادتوں کا تفصیلی ذکر کیا

بعدہ عزیزہ امۃ الباسط بشریٰ نے حضرت مصلح موعودؓ کا منظوم کلام

"تیری محبت میں میرے پیارے
ہر اک مصیبت اٹھائیں گے ہم"

خوش الحانی سے پڑھ کر حاضرات کو محظوظ کیا۔

"اصلاح معاشرہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں" اس عنوان پر محترمہ قمر النساء صاحبہ نے تقریر کی آپ نے بتایا کہ مذہب خدا کا قول ہے اور سائنس خدا کا فعل ہے لہذا آج کے معاشرہ کی اصلاح صرف اسلام کے اصولوں پر چل کر ہی کی جا سکتی ہے۔

آنحضرت ﷺ سے پہلے عرب کے معاشرہ کی حالت انتہائی خراب تھی آپ کے ظہور کے بعد وحشی انسان سے خدا نما انسان بن گیا! یہ سب اسلامی تعلیم سے ہی ممکن ہو سکا۔ موجودہ زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلامی تعلیمات کو دوبارہ قائم کر کے معاشرہ کی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا اس سلسلہ میں محترمہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی چند نصائح پیش کیں۔

بعدہ محترمہ محمودہ نثار صاحبہ نے نظم

"یاد جس دل میں ہو اس کی وہ پریشان نہ ہو"

پڑھی۔

دوسرے دن کا دوسرا اجلاس

دوسرے اجلاس کی کاروائی ٹھیک ½۲ بجے شروع ہوئی اس اجلاس کی صدارت محترمہ امۃ الباری صاحبہ صوبائی صدر اتر پردیش نے کی تلاوت قرآن پاک مع ترجمہ محترمہ راشدہ مرزا صاحبہ نے کی۔ بعدہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کا منظوم کلام

"پورب سے چلی پریم پریم باد روح و ریحان وطن"

خوش الحانی سے پیش کیا

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عظیم الشان معجزات"

اس عنوان کے تحت محترمہ مبارکہ شاہین صاحبہ نے تقریر کی آپ نے بتایا کہ آج سے ۱۰۰ سال قبل قرآن کریم کی پیشگوئیوں کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام مبعوث ہوئے آپ نے اپنی بعثت کا مقصد الٰہی الہام یحیی الدین و یقیم الشریعۃ بتایا۔ اللہ تعالیٰ کی قدیم سنت کے مطابق آپ کے ظاہر ہونے کے ساتھ بے شمار نشانات ظاہر ہوئے یہ تمام نشانات اور معجزات آپ کی صداقت پر مبنی ہیں بعدہ محترمہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حق میں ظاہر ہونے والے عظیم الشان معجزات میں سے چند کا ذکر کیا۔

ازاں بعد محترمہ شمیم بیگم صاحبہ سونو کی تقریر بعنوان "سیرت حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ" سے ہوئی محترمہ نے سب سے پہلے حضرت مصلح موعودؓ کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی میں سے کچھ حصہ کا ذکر کیا اور بتایا کہ یہ پیشگوئی حرف بہ حرف آپ کے وجود میں پوری ہوئی۔ محترمہ نے بتایا کہ حضرت مصلح موعودؓ کے بچپن میں آپ کی بیماری اور تعلیم کی کمی کے باوجود آپ کو علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا گیا تھا۔ تفسیر صغیر اور تفسیر کبیر کا زبردست ثبوت ہے۔ آپ زبردست طبیب اور زبردست روحانی رہنما تھے اس سلسلہ میں محترمہ نے چند مثالیں پیش کیں اس کے علاوہ محترمہ نے حضور کی اہم تحریکات کا ذکر کیا۔

بعدہ محترمہ سیدہ تنویر صاحبہ گجرانوالہ (پاکستان) نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی یاد میں نظم

"اے مسیح الزمان ہو کہاں
چاند ماہ جس کے چھپ گئے ہو کہاں"

خوش الحانی سے پڑھی۔

اس کے بعد مردانہ پروگرام بذریعہ لاؤڈ سپیکر سنایا گیا۔ ✻

خطبہ جمعہ بقیہ صفحہ ۷

اور اگر بیچ میں ایسا کوئی اور امر زیادہ فوری توجہ کے لائق آیا تو پھر ایک خطبے کا ناغہ کر کے پھر انشاء اللہ آئندہ خطبے میں اس مضمون کی طرف آؤں گا تاکہ لوگ جو ہر دفعہ ہمیشہ پوچھتے رہتے ہیں کہ آپ نے کچھ بتایا تھا لیکن ابھی پیاس نہیں بجھی کچھ اور بتائیں۔ نمازوں کو ہم کس طرح زندہ کریں تو جہاں تک خدا مجھے توفیق عطا فرمائے میں چاہتا ہوں کہ اس ذمہ داری کو ادا کروں اور آپ کو نمازوں کو زندہ کرنے کے کچھ راز سمجھا سکوں۔

اگر ہماری نمازیں زندہ ہو جائیں تو ہم زندہ ہوں گے اور ساری انسانیت زندہ ہو گی۔

کیونکہ عبادت کی زندگی کے سوا انسان کو زندگی نصیب نہیں ہو سکتی۔ وہ دیکھتے ہوئے بھی اندھا رہے گا۔ وہ سنتے ہوئے بھی بہرا رہے گا وہ بظاہر بولنے کی طاقت رکھتے ہوئے گویائی سے خالی ہو گا کیونکہ اس کے بیان کا روحانیت سے کوئی تعلق نہیں ہو گا۔ پس یہ بہت ہی اہم بات ہے زندگی کی تمام اہم چیزوں میں سب سے زیادہ اہم عبادت ہے مگر وہ عبادت جسے سمجھ کر ادا کیا جائے، جو کیفیتوں میں ڈھلنی شروع ہو جائے اور کیفیتوں سے بھر جائے اس سے زندگی پیدا ہوتی ہے اور وہ زندگی پھر تمام کائنات کو زندہ کرنے کی اہلیت رکھتی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

سانحۂ ارتحال

قادیان ۲۸ صلح افسوس! محترم چوہدری سعید احمد صاحب درویش قادیان گذشتہ رات دل کا دورہ پڑنے سے بقضائے الٰہی اچانک انتقال فرما گئے۔ اِنّا لِلّٰہ وَاِنّا اِلیہِ رَاجِعُون۔

آج بعد نماز عصر مدرسہ احمدیہ کے صحن میں نماز جنازہ محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے امیر جماعت احمدیہ نے پڑھائی کثیر تعداد میں احباب جماعت نے نماز جنازہ اور تدفین میں شرکت فرمائی مرحوم موصی تھے بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی اور محترم ملک صاحب موصوف نے دعا کروائی۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں بلند مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کا حامی و ناصر ہو اور صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ مفصل حالات انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ پیش کئے جائیں گے۔ (ایڈیٹر)

✻ **تیسرا دن** | تیسرے دن کے دونوں وقت کا پروگرام مردانہ جلسہ گاہ سے سنا گیا اور اجتماعی دعا میں شرکت کی گئی۔ (باقی آئندہ)

پروگرام دورہ جات

مکرم مولوی خورشید احمد صاحب انور ناظم وقف جدید اور انسپکٹران و نمائندگان وقف جدید انجمن احمدیہ

اللہ تعالیٰ کی خاص تائیدات اور روشن نشانات کے ساتھ کاروانِ احمدیت اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ اور ہر دن اللہ تعالیٰ کی نئی شان کے ساتھ طلوع ہو رہا ہے۔ وقفِ جدید اس عظیم مہم کی ایک لازمی کڑی ہے جو حضرت مصلح موعودؓ کے تاریخی دور کی آخری اہم تحریک ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کے نیک ثمرات ظاہر ہو رہے ہیں۔ وقفِ جدید کے کام میں وسعت اور اس کے اخراجات میں غیر معمولی اضافہ مخلصین کی خصوصی قربانیوں کا متقاضی ہے۔ سال ۱۹۹۱ء کے وعدہ جات اور وصولی کی غرض سے مکرم مولوی خورشید احمد صاحب انور ناظم وقفِ جدید، انسپکٹران، نمائندگان وقفِ جدید درج ذیل پروگرام کے مطابق دورہ شروع کر رہے ہیں۔ جملہ احباب جماعت سے درخواست ہے کہ نمایاں اضافہ کے ساتھ نئے وعدے لکھوائیں اور حکمت ادائیگی بھی کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔ جماعت ہائے احمدیہ بھارت کے تمام امراء کرام، صدر صاحبان، عہدیداران جماعت اور مبلغین و معلمین کرام سے گزارش ہے کہ دفتر وقفِ جدید کے ساتھ کماحقہٗ تعاون فرما کر ان دوروں کو کامیاب بنائیں۔ خدا تعالیٰ سب کو جزائے عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔

صدر مجلس وقفِ جدید

پروگرام دورہ مکرم مولوی خورشید احمد صاحب انور ناظم وقف جدید علاقہ تامل ناڈو و کیرلہ

نام جماعت	رسیدگی	قیام	روانگی
قادیان	-	-	۱۲ ۱/۹۱
مدراس	۱۵	۵	۲۰
میٹاپالیم	۲۱	۲	۲۳
شنکرن کوئل - شیواکاشی	۲۳	۱	۲۴
ٹوٹی کورین	۲۴	۱	۲۵
کوٹار - سورن کوڈی	۲۵	۱	۲۶
کوتیپان	۲۶	۱	۲۷
کروناگاپلی - آدی ناڈ	۲۷	۳	۳۰
کوٹار مرکزہ	۳۰	۱	۳۱ ۱/۹۱
آلیپی	۳۱	۱	۱ ۲/۹۱
ارناکولم	۱ ۲/۹۱	۱	۲ ۲/۹۱
کاکناڈ	۲	۱	۳
کوچین	۳	۱	۴
آنڑاپورم	۴	۱	۵
مواٹوپژہ - کوڈنگالور	۵	۱	۶
چاواکاڈ - پلی پورم	۶	۱	۷
ترور	۷	۱	۸
امنار گھاٹ	۸	۲	۱۰
پالگھاٹ	۱۰	۱	۱۱
کوئمبٹور	۱۱	۱	۱۲
چیلاکرا	۱۲	۱	۱۳
کاداشیری	۱۳	۱	۱۴
دریاکٹی	۱۴	۱	۱۵
الانتور	۱۵	۱	۱۶
وانیم بلم	۱۶	۱	۱۷
کرولائی	۱۷	۲	۱۹
نیلامبور - چینکاترا	۱۹	۱	۲۰
کالکولم	۲۰	۱	۲۱
پتھر پیرم	۲۱	۱	۲۲
کوڈیاتھور	۲۲	۱	۲۳
کالیکٹ	۲۳	۴	۲۸
کینانور	۲۸ ۲/۹۱	۲	۲ ۳/۹۱
کنڈلائی - تیلی چری	۲	۱	۳
مڈگرائی - منجیشور - کیبلہ	۳	۲	۵
بینگلور - سکلاسپور	۵	۱	۶
پتور	۶	۱	۷
مرکرہ - ویراج پیٹھ	۷	۳	۱۰
شاتور - کوڈالی	۱۰	۲	۱۲
بینگاڈی	۱۲	۳	۱۵
اٹارسی	۱۷	۱	۱۸
کاملٹہ	۱۹	۳	۲۲
دہلی	۲۳	۲	۲۵
قادیان	۲۶ ۳/۹۱	-	-

پروگرام دورہ مکرم محمد حمید الحق صاحب انسپکٹر وقف جدید برائے صوبہ یوپی - بہار - راجستھان

نام جماعت	رسیدگی	قیام	روانگی
قادیان	-	-	۱۲ ۱/۹۱
کلکتہ	۱۴	۸	۲۲
بھاگلپور	۲۳	۲	۲۵
بروپورہ	۲۵	۲	۲۷
دیوگھر	۲۷	۱	۲۸
خانپور ملکی - بلہر	۲۸	۳	۱ ۲/۹۱
بلاری	۱ ۲/۹۱	۱	۲ ۲/۹۱
مونگھیر	۲	۱	۳
بھاگلپور	۳	۲	۵
مظفرپور	۵	۱	۶
موتی ہاری	۶	۱	۷
دربھنگہ	۷	۱	۸
پٹنہ	۸	۱	۹
گیا	۹	۱	۱۰

نام جماعت	رسیدگی	قیام	روانگی
اردل	۱۰	۱	۱۱
آرہ	۱۱	۲	۱۳
بنارس	۱۳	۱	۱۴
فیض آباد	۱۴	۱	۱۵
گونڈہ	۱۵	۱	۱۶
لکھنؤ	۱۶	۲	۱۸
کانپور	۱۸	۲	۲۰
مین پوری - بھوگاؤں	۲۰	۱	۲۱
منجھ گھتوں	۲۱	۱	۲۲
سانڈھن	۲۲	۲	۲۴
صالح نگر	۲۴	۱	۲۵
جے پور	۲۵	۱	۲۶
کشن گڑھ	۲۶	۱	۲۷
بیاور مضافات	۲۷	۳	۲ ۳/۹۱
اُدے پور	۲	۱	۳
کامٹہ	۴	۱	۵
جھانسی	۵ ۳/۹۱	۱	۶
راٹھ	۶	۱	۷
مسکرا	۷	۱	۸
بودھا	۸	۱	۹
بہوا	۹	۱	۱۰
دھن سنگھ پور	۱۰	۱	۱۱
سمور	۱۱	۱	۱۲
کانپور	۱۲	۱	۱۳
شاہجہانپور	۱۳	۲	۱۵
کنٹیا بیدہ	۱۵	۲	۱۷
بریلی	۱۷	۱	۱۸
امروہہ	۱۸	۲	۲۰
دہلی	۲۰	۳	۲۳
میرٹھ	۲۳	۱	۲۴
انبیٹہ	۲۴	۱	۲۵
قادیان	۲۶ ۳/۹۱	-	-

پروگرام دورہ مکرم منور احمد صاحب طاہر برائے صوبہ آسام

نام جماعت	رسیدگی	قیام	روانگی
قادیان	-	-	۱۳ ۱/۹۱
کلکتہ	۱۵	۸	۲۳
نرار بیٹا	۲۵	۲	۲۷
بابا کوری	۲۷	۱	۲۸
گاباجولی	۲۸	۱	۲۹
سیتولی	۲۹	۲	۳۱
بربیٹا	۳۱ ۱/۹۱	۱	۱ ۲/۹۱
دھبری	۱ ۲/۹۱	۴	۵ ۲/۹۱
ڈبروگڑھ - جورہاٹ	۵	۳	۸
گوہاٹی	۸	۱	۹
کلکتہ	۱۰	۲	۱۲
قادیان	۱۴ ۲/۹۱	-	-

پروگرام دورہ مکرم محمود احمد صاحب خادم نمائندہ وقف جدید برائے صوبہ اڑیسہ - بنگال

نام جماعت	رسیدگی	قیام	روانگی
قادیان	—	-	۱۹ ۱/۹۱
کھڑک پور	۲۲	۱	۲۳
بالیشور	۲۳	۱	۲۴
ہلدی پدا گڑ پدا	۲۴	۲	۲۶
سورو	۲۶	۲	۲۸
کھپڑک	۲۸	۳	۳۱
تاراکوٹ	۳۱	۱	۱ ۲/۹۱
کٹک	۱ ۲/۹۱	۱	۲
سونگھڑہ - کیندراپاڑہ	۲	۴	۶
پارہ دیپ	۶	۱	۷
سرلینیا گچھاؤں	۷	۱	۸
کٹک	۸	۳	۱۱
خوردہ	۱۱	۱	۱۲
نیا گڑھ	۱۲	۱	۱۳
رنگاؤں	۱۳	۱	۱۴
کیرنگ	۱۴	۵	۱۹
بھونیشور	۱۹	۳	۲۲
J.M.P.	۲۲	۱	۲۳
پدم پراپت پلی	۲۳	۱	۲۴
سپودواز	۲۴	۱	۲۵
پینسکال	۲۵	۳	۲۸
کرٹ پلہ	۲۸ ۲/۹۱	۱	۱ ۳/۹۱
کرڈاپلی	۱	۳	۴
ارکھ پٹنہ	۴	۱	۵
تابرکوٹ	۵	۱	۶
ڈھینکانال	۶	۱	۷
غنیچہ پاڑا	۷	۱	۸
تالچیر	۸	۱	۹
سمبل پور	۹	۱	۱۰
روڑکیلا	۱۰	۲	۱۲
موسنی بنی مائنز	۱۲	۴	۱۶
جہو کھنڈار	۱۶	۱	۱۷
جمشید پور	۱۷	۳	۲۰
رانچی - سملیہ	۲۰	۲	۲۲
ہسری گوٹلہ	۲۲	۲	۲۴
کلکتہ	۲۵	۱	۲۶
بانسبیڑیا	۲۶	۱	۲۷
کبیرا	۲۷	۱	۲۸
ڈائمنڈ ہاربر	۲۸	۱	۲۹
موہن پور	۲۹	۱	۳۰

(آگے صفحہ ۱۵ پر دیکھئے)

نام جماعت	رسیدگی	قیام	روانگی	نام جماعت	رسیدگی	قیام	روانگی
سوربیا ہوکلہ	۳۰ ۱۲/۹۱	۱	۳۱	بھبگوان گولا	۶	۱	۷
بریشہ	۳۱	۱	۱ ۲/۹۱	گھاتلہ	۷	۱	۸
کلکتہ شہر	۱ ۲/۹۱	۱	۲	بل ڈنگا	۸	۱	۹
ابراہیم پور	۲	۱	۳	کلکتہ	۹	۱	۱۰
دائے ٹرام	۳	۱	۴	بھتاری	۱۰	۱	۱۱
تانگرام	۴	۱	۵	کلکتہ	۱۱	۱	۱۲
کیبتھا سندلاد	۵	۱	۶	قادیان	۱۴ ۲/۹۱	-	-

پروگرام دورہ مکرم گیانی عبد اللطیف صاحب نمائندہ وقف جدید برائے صوبہ آندھرا و کرناٹک

نام جماعت	رسیدگی	قیام	روانگی	نام جماعت	رسیدگی	قیام	روانگی
قادیان	-	-	۱۲ ۱/۹۱	مضافات ورنگل	۱۳ ۲/۹۱	۱۰	۲۳
بمبئی	۱۴	۴	۱۸				
عثمان آباد	۱۹	۱	۲۰	یادگیر	۲۳	۴	۲۷
گلبرگہ	۲۰	۱	۲۱	تیماپور	۲۷	۱	۲۸
شاہ آباد	۲۱	۱	۲۲	دیودرگ	۲۸	۱	۱ ۳/۹۱
حیدر آباد و سکندر آباد	۲۲	۹	۳۱	بڑاری	۱ ۳/۹۱	۱	۲
چندہ پور۔ کاماریڈی	۳۱	۲	۲ ۲/۹۱	ہبلی	۲	۱	۳
میدک	۲	۱	۳	بیلگام	۳	۱	۴
حیدر آباد	۳	۱	۴	ساونت واڑی	۴	۱	۵
عادل آباد	۴	۱	۵	سورب	۵	۲	۷
جڑچرلہ۔ محبوب نگر	۵	۲	۷	ساگر	۷	۱	۸
چنتہ کنٹہ	۷	۳	۱۰	شیموگہ	۸	۱	۹
وڈمان	۱۰	۱	۱۱	بنگلور	۹	۵	۱۴
حیدر آباد	۱۱	۱	۱۲	قادیان	۱۷ ۳/۹۱	-	-
ظہیر آباد	۱۲	۱	۱۳	٭ ٭ ٭	٭	٭	٭

پروگرام دورہ مکرم عبد الحی صاحب معلم وقف جدید نمائندہ وقف جدید صوبہ کشمیر

نام جماعت	رسیدگی	قیام	روانگی	نام جماعت	رسیدگی	قیام	روانگی
ماندوجن	۱۵ ۱/۹۱	۱	۱۶	بیشہ واڑ	۲۸ ۱/۹۱	۱	۲۹
کوریل	۱۶	۲	۱۸	ہاری پاری گام	۲۹	۲	۳۱
آسنور	۱۸	۳	۲۱	سرینگر	۳۱	۳	۲ ۲/۹۱
ریشی نگر	۲۱	۳	۲۴	ادنہ گام۔ ترکہ پورہ (بانڈی پورہ)	۳ ۲/۹۱	۳	۶
ناگرن۔ صوفن [illegible]	۲۴	۲	۲۶				
مانلو	۲۶	۲	۲۸	ریشی نگر	۶ ۲/۹۱	-	-

پروگرام دورہ مکرم سید امداد علی صاحب نمائندہ وقف جدید صوبہ کشمیر

نام جماعت	رسیدگی	قیام	روانگی	نام جماعت	رسیدگی	قیام	روانگی
قادیان	-	-	۱۲ ۱/۹۱	شورت	۲۵	۲	۲۷
یاڑی پورہ۔ کھ چدورہ	۱۴	۳	۱۷	کھتہ بل	۲۷	۱	۲۸
نونہ متی	۱۷	۱	۱۸	اندورہ	۲۸	۲	۳۰
پنک ایمرجید	۱۸	۳	۲۱	برازلو	۳۰	۱	۳۱
بالسو	۲۱	۱	۲۲	قادیان	-	-	-
ناصر آباد	۲۲	۳	۲۵	٭ ٭ ٭	٭	٭	٭

اخبار بدر کی توسیع اشاعت آپ کا قومی فریضہ ہے (مینیجر بدر)

پروگرام دورہ مکرم محمد یعقوب صاحب نمائندہ وقف جدید علاقہ پونچھ

نام جماعت	رسیدگی	قیام	روانگی	نام جماعت	رسیدگی	قیام	روانگی
مینڈھر	-	-	۱۱ ۱/۹۱	پٹھانہ تیر بسلواہ۔ گورسائی	۲۰ ۱/۹۱	۳	۲۳
شیندرہ	۱۱	۳	۱۴	چارکوٹ	۲۴	۳	۲۷
درہ دلیاں	۱۴	۲	۱۶	کالابن۔ لوہارکہ	۲۷	۳	۳۰
پونچھ۔ نونہ بانڈی	۱۶	۲	۱۸	بڈھانون	۳۰	۲	۱ ۲/۹۱
چھونگا	۱۸	۱	۱۹	دنماہ	۲	۱	۳
منکوٹ	۱۹	۱	۲۰	سلواہ۔ گورسائی	۳ ۲/۹۱	-	-

بقیہ رپورٹ جلسہ سالانہ قادیان صفحہ ۱۱ سے آگے

خدا کے فضلوں کو جذب کرنے کے لئے خوفِ الٰہی کو اپنایا جائے۔ اسی طرح عشقِ رسولؐ کو اپنانا بھی خدا تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنے کا ایک ذریعہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ دعا کریں کہ آپ کی صحبت مجھے آخرت میں بھی نصیب ہو۔ اُس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اس کے لئے تم نے کیا تیاری کی ہے؟ انہوں نے کہا کہ میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اس کے لئے تیاری میں پیش کرسکوں۔ البتہ ایک بات اپنے دل کی گہرائی سے پیش کرتا ہوں کہ یا رسول اللہ میرے دل میں خدا اور اس کے رسول کی سچی محبت ہے۔ اُس وقت اُس رحمِ مجسّم صلعم نے فرمایا کہ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کہ وہ شخص اُس کے ساتھ رہتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

لہٰذا نکاح کے مواقع پر ابھی سے تیاری کرنی چاہیئے کہ ہماری آئندہ نسل کے دل میں خشیتِ الٰہی اور محبتِ رسولؐ پیدا ہو۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ دعا کے ذریعہ کوشش بھی کرتے رہنا چاہیئے۔

اس خطاب کے بعد آپ نے ایجاب و قبول کا فریضہ ادا فرمایا۔

نمازِ تہجّد اور درس

جلسہ سالانہ کے مقدس ایام میں صبح ۵ بجے نمازِ تہجد باجماعت پڑھی جاتی ہے۔ امسال مندرجہ ذیل بزرگانِ کرام کو نمازِ تہجد پڑھانے کی توفیق عطا ہوئی:-

(۱) مکرم مولانا عبد الحق فضل صاحب
(۲) " حافظ صالح محمد الٰہ دین صاحب
(۳) " مولانا سلطان احمد صاحب ظفر
(۴) " حافظ مظفر احمد صاحب
(۵) " حکیم محمد دین صاحب

اسی طرح ہر روز بعد نمازِ فجر مختلف عناوین پر درس ہوتا ہے۔ امسال مندرجہ ذیل حضرات کو درس دینے کی توفیق ملی:-

(۱) مکرم مولانا عبد الحق فضل صاحب
(۲) " مولانا عطاء اللہ صاحب کلیم
(۳) " مولانا محمد حمید صاحب کوثر
(۴) " مولانا کمال یوسف صاحب
(۵) " مولانا حافظ مظفر احمد صاحب

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مقدس جلسہ میں شرکت کرنے والوں کو اور جن کے دلوں میں شرکت کی تڑپ ہے لیکن اپنے نامساعد حالات کی وجہ سے محروم ہیں ان سب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کا مستحق بنا دے۔ آمین۔

پروگرام دورہ مکرم مولوی مظفر احمد صاحب فضل نمائندہ تحریک جدید

آندھرا۔ کرناٹک۔ مہاراشٹر

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ "تحریک جدید" عالمگیر فتح اسلام کے لئے صدقہ جاریہ اور جہادِ کبیر ہے۔ تحریکِ جدید کے ہر مجاہد کا نام تاریخِ اسلام میں ہمیشہ ادب و احترام کے ساتھ زندہ رہے گا۔ اضافہ اور وصولی چندہ تحریکِ جدید کے لئے مکرم مولوی مظفر احمد صاحب فضل درجِ ذیل پروگرام کے مطابق دورہ کریں گے۔ جملہ احباب جماعت۔ عہدیدارانِ جماعت اور مبلغین و معلمین کرام سے درخواست ہے کہ مکرم مولوی صاحب موصوف سے مخلصانہ تعاون فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ (وکیل المال تحریکِ جدید قادیان)

نام جماعت	رسیدگی	قیام	روانگی	نام جماعت	رسیدگی	قیام	روانگی
قادیان	-	-	۲۹ ۱/۹۱	حیدر آباد	۳۱ ۱/۹۱	۸	۷ ۲/۹۱

(باقی دیکھئے صفحہ ۱۶ کالم نمبر ۳، ۴ پر)

خلیج میں بھیانک اور افسوسناک جنگ

قارئین کرام جانتے ہیں کہ ۱۶ جنوری کو حسب پروگرام امریکہ کے عراق اور کویت پر حملہ سے فریقین کے مابین خلیج کی جنگ خطرناک صورت اختیار کر چکی ہے ۔ اور اسرائیل بھی اس میں ملوث ہو چکا ہے ۔ جنگ اس سے آگے بھی بڑھ سکتی ہے ۔ مقام خوف ہے ؎

آگ ہے پر آگ سے وہ سب بچائے جائیں گے
جو کہ رکھتے ہیں خدائے ذوالعجائب سے پیار　　(درثمین)

امریکہ کا سیاسی دجل

کچھ عرصہ پہلے جب اسرائیل نے مصر پر حملہ کر کے مصر کے بہت بڑے علاقہ پر قبضہ کر لیا تھا اس وقت بھی امریکہ نے ہی طویل افہام و تفہیم کی کارروائیوں کے ذریعہ فریقین کے مابین مصالحت کرائی تھی ۔ اس مرتبہ بھی امریکہ اسی تجربہ سے فائدہ اُٹھا کر امن قائم کرنے میں معاون بن سکتا تھا ۔ لیکن اُس وقت چونکہ اس کے چہیتے یہودی حملہ آور تھے اور دوسرا فریق مغلوب مسلمان تھا اس لئے اُس نے ایسا کیا ۔ مگر آج جبکہ عراق اور کویت دونوں فریق مسلمان ہیں ، امریکہ نے کویت پر حملہ کو بہانہ بنا کر فوری طور پر ایک طرف U.N.O. کے ذریعہ پہلے عراق پر سخت پابندیاں عائد کیں اور ساتھ ہی اپنی اور اپنے اتحادیوں کی فوجیں ارض حجاز میں اُتار دیں ۔ سُپر پاور کی یہ بہت بڑی ناانصافی اور اسلامی دُنیا پر بہت بڑا اور کُھلا کُھلا ظلم ہے جس کے نتیجہ میں آج اسلامی دنیا اور اسلامی مقامات مقدسہ پر بہت بڑا ابتلا آ گیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ اس ابتلاء کو معجزانہ طور پر دُور فرما دے ۔ آمین ۔ اور پوری انسانیت کے لئے امن کے سامان ظاہر فرما دے ۔ آمین ۔ بہرحال انسانیت کو نقصان پہنچانے کے لئے اپنے مقام کے اعتبار سے امریکہ کی یہ بہت بڑی غلطی ہے ؎

تمہیں قاتل تمہیں شاہد تمہیں منصف ٹھہرے
اقرباء میرے کریں خون کا دعویٰ کس پر

اسلامی حکومتوں کے سربراہان کی غلطی

یہ ہے کہ قرآن کریم میں بتایا گیا ہے کہ :-

وَ اِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ۔ (الحجرات ع۱)

یعنی اور اگر مومنوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان دونوں میں صلح کرا دو ۔ پھر اگر صلح ہو جانے کے بعد ان میں سے کوئی ایک دوسرے پر چڑھائی کرے تو سب مل کر اس چڑھائی کرنے والے کے خلاف جنگ کرو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے ۔ (یہ حکم صرف مومنین کے لئے ہے اس میں غیر مومن شامل نہیں ہو سکتے)

مسلم حکومتوں کے سربراہان کا فرض تھا کہ وہ U.N.O. میں اسی آیت کو پیش کر کے کہتے کہ یہاں دونوں فریق مسلمان ہیں ۔ لہٰذا یہ مسلمانوں کا مذہبی مسئلہ ہے اسے خود مسلمان حل کریں گے ۔ یو ۔ این ۔ او کے آئین میں مذہبی آزادی کی ضمانت دی گئی ہے ـــ !!

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۷ اگست ۱۹۹۰ء میں کھول کھول کر بتا دیا تھا (یہ خطبہ بدر ۲۰ ستمبر ۱۹۹۰ء میں شائع ہو چکا ہے) اس خطبہ کا عنوان ہی یہ قائم کیا گیا تھا کہ :-

"خلیج کے تنازعے کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں حل کریں ۔ اگر اسلامی ممالک نے اسلامی تعلیم کی پرواہ نہ کی تو خدا کے غضب سے نہ بچ سکیں گے ! عراق کو چاہیئے کہ وہ غیر ملکی فوجوں کی مخالفت کرتے ہوئے عالم اسلام کا متحدہ فیصلہ تسلیم کرنے کا اعلان کرے ۔ عالم عرب کو میں یہ نصیحت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا کی طرف سے عطا کردہ ایک خوشخبری کی بناء پر کر رہا ہوں ـــ !"

احباب کرام جانتے ہیں کہ آج اسلام کے دل و جان سے پیارے مقامات مقدسہ اور مسلمانوں کا مرکزی حصہ خطرہ میں ہے ۔ لہٰذا حضور انور کے ارشادات عالیہ کے مطابق متضرعانہ خصوصی دعاؤں کے ذریعہ اور حسب توفیق صدقات سے اس بہت بڑی مصیبت کو دُور کرنے کی کوشش کریں ۔ مرکز قادیان میں اس کا خصوصی اہتمام کیا گیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے نہ صرف مسلمانوں بلکہ پوری انسانیت کو اس آگ سے بچا لے جو بھیانک طور پر لگ چکی ہے ؎

غم اپنے دوستوں کا بھی کھانا پڑے ہمیں
اغیار کا بھی بوجھ اُٹھانا پڑے ہمیں　　(کلام محمود رضؓ)

عبدالحق فضل

بدر کے متعلق

بعض مجبوریوں کی وجہ سے آئندہ بدر کی ۳۱ جنوری اور ۷ فروری کی اشاعت بھی اکٹھی شائع ہوگی ۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۔ قارئین کرام نوٹ فرمائیں (ایڈیٹر)

پروگرام دورہ مکرم مولوی مظفر احمد صاحب ظفر فاضل نمائندہ تحریک جدید بقیہ صفحہ ۱۵

نام جماعت	رسیدگی	قیام	روانگی	نام جماعت	رسیدگی	قیام	روانگی
چنستہ کنٹہ	۷ ۱/۹۱	۱	۸	تیماپور	۲۳	۱	۲۴ ۱/۹۱
وڈمان	۸	۱	۹	بنگلور	۲۵	۴	۱ ۲/۹۱
محبوب نگر	۹	۱	۱۰	مرکرہ	۱	۲	۳
حیدرآباد	۱۰	۱	۱۱	شیموگہ	۳	۱	۴
عادل آباد	۱۱	۱	۱۲	سورب ۔ ساگر	۴	۱	۵
چندا پور	۱۲	۱	۱۳	ہبلی	۵	۱	۶
حیدرآباد	۱۳	۱	۱۴	لونڈہ	۷	۱	۸
ظہیرآباد	۱۴	۱	۱۵	بیلگام	۸	۱	۹
عثمان آباد	۱۵	۱	۱۶	ساونت واڑی	۹	۱	۱۰
گلبرگہ	۱۶	۱	۱۷	پونہ	۱۱	۱	۱۲
شاہ آباد	۱۷	۱	۱۸	بمبئی	۱۲	۴	۱۶
یادگیر	۱۸	۴	۲۲	گاندھی دھام	۱۸	۱	۱۹
دیودرگ	۲۲	۱	۲۳	قادیان	۲۱ ۳/۹۱	-	-

طالبانِ دُعا :-
آلو ٹریڈرز
۱۶ ۔ مینگولین ۔ کلکتہ ۔ ۷۰۰۰۰۱

ارشادِ نبویؐ
اَرْحَامُكُمْ اَرْحَامُكُمْ
(ترجمہ)
تمہارے رشتہ دار آخر تمہارے ہی اولوالارحام ہیں

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ
(پیشکش)
YUBA
QUALITY FOOT WEAR
بانی پولیمرز ۔ کلکتہ ۔ ۷۰۰۰۴۶
ٹیلیفون نمبرز :- ۵۲۰۷ - ۵۱۳۷ - ۴۰۲۸ - ۴۳

"ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں ۔"
(کشتی نوح)
NIR®
CALCUTTA-15.
پیش کرتے ہیں :-
آرام دہ ، مضبوط اور دیدہ زیب ربر شیٹ ، ہوائی چپل نیز ربر پلاسٹک اور کینوس کے جوتے !